دولہا دولہن اور شادی شدہ افراد کے لیے تحفہ

کامیاب شادی

بدالقادری مصباحی

محمد احمد مصباحی

محمد اسلم مصباحی

صلاح الدین سعیدی

اویسی بک سٹال

فہرست

مضمون	مؤلف
تحفۂ زوجین	مولانا محمد اسلم مصباحی
آدابِ زندگی	علامہ بدرالقادری
شادی	علامہ محمد احمد مصباحی
جہیز ایک منفی تقاضا	صلاح الدین سعیدی

تحفۂ زوجین

﴿مولانا محمد اسلم مصباحی﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وآلہ الکرام وصحبہ العظام

الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضھم علیٰ بعض وبما انفقوا من اموالھم ط

فالصلحت قٰنتٰت حٰفظٰت للغیب بما حفظ اللہ ط (سورۂ نساء:۳۴)

ترجمۂ کنزالایمان: مرد افسر ہیں عورتوں پر اس لئے کہ اللہ نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اس لئے کہ مردوں نے ان پر اپنے مال خرچ کئے تو نیک بخت عورتیں ادب والیاں ہیں خاوند کے پیچھے حفاظت رکھتی ہیں جس طرح اللہ نے حفاظت کا حکم دیا۔

نکاح

نکاح اس عقد کو کہتے ہیں جس کے ذریعے سے عورت مرد کیلئے حلال ہو جاتی ہے۔

نکاح اور نیک عورت کی خوبیاں

حدیث...... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جو میرے طریقہ کو محبوب رکھے وہ میری سنت پر چلے اور میری سنت سے نکاح ہے۔ (بیہقی)

حدیث...... حضور رحمتِ عالم ﷺ نے فرمایا، دنیا متاع ہے اور دنیا کی بہترین متاع نیک عورت۔ (مسلم شریف،نسائی شریف)

حدیث...... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جسے چار چیزیں ملیں اسے دنیا و آخرت کی بھلائی ملی (۱) دل شکر گزار (۲) زبان یادِ خدا کرنے والی (۳) بدن بلا پر صابر (٤) ایسی بی بی کہ اپنے نفس اور مال شوہر میں گناہ کی جویاں نہ ہو۔ (طبرانی کبیر و اوسط)

حدیث...... حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جسے اللہ نے نیک بی بی نصیب کی اس کے نصف دین پر اعانت فرمائی۔ تو نصف باقی میں اللہ سے ڈرے (تقویٰ و پرہیزگاری کرے)۔ (طبرانی)

حدیث...... رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، عورت سے نکاح چار باتوں کی وجہ سے کیا جاتا ہے (نکاح میں ان کا لحاظ ہوتا ہے)
(۱) مال (۲) حسب (۳) جمال (٤) دین۔ اور تو دین والی کو ترجیح دے۔ (بخاری و مسلم)

نفل عبادت اور نکاح

نکاح اور اس کے حقوق ادا کرنے میں اور اولاد کی تربیت میں مشغول رہنا نوافل میں مشغولی سے بہتر ہے۔ (رد المحتار)

زوجین

دین اسلام نے میاں بیوی کی اجتماعی زندگی کی صدارت اگرچہ مرد کو عطا فرمائی ہے اور مردوں کو عورتوں پر حاکم بنا دیا ہے تا کہ نظامِ خانہ داری میں اگر کوئی بڑی مشکل آن پڑے تو مرد اپنی خداداد طاقت وصلاحیت سے اس مشکل کو حل کر دے لیکن اس کے ساتھ ساتھ جہاں مردوں کے کچھ حقوق عورتوں پر واجب کر دیئے ہیں۔ وہاں عورتوں کے بھی کچھ حقوق مردوں پر لازم ٹھہرا دیئے ہیں اس لئے عورت اور مرد دونوں ایک دوسرے کے حقوق میں جکڑے ہوئے ہیں تا کہ دونوں ایک دوسرے کے حقوق کو ادا کر کے اپنی اجتماعی زندگی کو شادمانی ومسرت کی جنت بنا دیں اور نفاق وشقاق اور لڑائی جھگڑوں کے جہنم سے ہمیشہ کیلئے آزاد ہو جائیں۔

عورت جب تک اس کی شادی نہیں ہوتی اپنے ماں باپ کی بیٹی کہلاتی ہے مگر شادی ہو جانے کے بعد عورت اپنے شوہر کی بیوی بن جاتی ہے اور اب اس کے فرائض اور اس کی ذمہ داریاں پہلے سے بہت بڑھ جاتی ہیں۔ وہ تمام حقوق وفرائض جو بالغ ہونے کے بعد عورت پر لازم ہو گئے تھے اب ان کے علاوہ شوہر کے حقوق کا بھی بہت بڑا بوجھ عورت کے سر پر آ جاتا ہے جس کا ادا کرنا ہر عورت کیلئے بہت بڑا فریضہ ہے۔ یاد رکھو کہ شوہر کے حقوق کو اگر عورت نہ ادا کریگی تو اس کی دنیاوی زندگی تباہ وبرباد ہو جائے گی اور آخرت میں وہ دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جلتی رہے گی اور اسکی قبر میں سانپ، بچھو اس کو ڈستے رہیں گے اور وہ دونوں جہاں میں ذلیل وخوار اور طرح طرح کے عذابوں میں گرفتار رہے گی۔ اس لئے شریعت کے حکم کے مطابق ہر عورت پر فرض ہے کہ وہ اپنے شوہر کے حق کو ادا کرتی رہے اور عمر بھر اپنے شوہر کی فرمانبرداری وخدمت گزاری کرتی رہے۔

میاں بیوی اور آج کا ماحول

آجکل عام شکایت ہے کہ زن و شوہر میں نا اتفاقی ہے۔ مرد کو عورت کی شکایت ہے تو عورت کو مرد کی۔ ہر ایک دوسرے کیلئے بلائے جان ہے اور جب اتفاق نہ ہو تو زندگی تلخ اور نتائج نہایت خراب۔ آپس کی نا اتفاقی علاوہ دنیا کی خرابی کے دین بھی برباد کرنے والی ہوتی ہے اور اس نا اتفاقی کا اثر بد انہیں تک محدود نہیں رہتا بلکہ اولاد پر بھی اثر پڑتا ہے۔ اولاد کے دل میں نہ باپ کا ادب رہتا ہے نہ ماں کی عزت۔ اس نا اتفاقی کا بڑا سبب یہ ہے کہ طرفین میں ہر ایک دوسرے کے حقوق کا لحاظ نہیں رکھتے اور باہم رواداری سے کام نہیں لیتے۔ مرد چاہتا ہے کہ عورت کو باندی سے بدتر کر کے رکھے اور عورت چاہتی ہے کہ مرد میرا غلام رہے جو میں چاہوں وہ ہو' چاہے کچھ ہو جائے مگر بات میں فرق نہ آئے۔ جب ایسے خیالاتِ فاسدہ طرفین میں پیدا ہوں گے تو کیوں کر نبھ سکے گی۔ دن رات کی لڑائی اور ہر ایک کے اخلاق و عادات میں برائی اور گھر کی بربادی اسی کا نتیجہ ہے۔ قرآن مجید میں جس طرح یہ حکم آیا کہ الرجال قوامون علی النساء جس سے مردوں کی بڑائی ظاہر ہوتی ہے اسی طرح یہ بھی فرمایا کہ وعاشروھن بالمعروف ج جس کا صاف یہ مطلب ہے کہ عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔

لہٰذا مرد و عورت کو ایک دوسرے کے ساتھ حسن معاملت سے پیش آنا اور ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کا پاس و لحاظ ضروری ہے۔ مرد کو یہ دیکھنا چاہئے کہ اس کے ذمہ عورت کے کیا حقوق ہیں انہیں ادا کرے اور عورت شوہر کے حقوق دیکھے اور پورے کرے۔ یہ نہ ہو کہ ہر ایک اپنے حقوق کا مطالبہ کرے اور دوسرے کے حقوق سے سروکار و تعلق نہ رکھے اور یہ بات نہایت ضروری ہے کہ ہر ایک دوسرے کی بے جا باتوں کا تحمل کرے اور اگر کسی موقع پر دوسری طرف سے زیادتی ہو تو جھگڑا و فساد کیلئے آمادہ و تیار نہ ہو کہ ایسی جگہ ضد پیدا ہو جاتی ہے اور سلجھی ہوئی بات اُلجھ جاتی ہے۔

احادیث کی روشنی میں عورت پر شوہر کے حقوق

حدیث...... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، عورت پر سب آدمیوں سے زیادہ حق اس کے شوہر کا ہے اور مرد پر اس کی ماں کا۔ (حاکم)

حدیث...... رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر میں کسی کو حکم کرتا کہ غیر خدا کیلئے سجدہ کرے تو حکم دیتا کہ عورت اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ قسم ہے اس کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی جان ہے، عورت اپنے پروردگار کا حق ادا نہ کریگی جب تک شوہر کے کل حق ادا نہ کرے۔ (امام احمد، ابن ماجہ)

حدیث...... رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، عورت ایمان کا مزہ نہ پائے گی جب تک حق شوہر ادا نہ کرے۔ (طبرانی)

حدیث...... رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، عورت جب پانچوں نمازیں پڑھے اور ماہِ رمضان کے روزے رکھے اور اپنی عفت کی محافظت کرے اور شوہر کی اطاعت کرے تو جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو۔ (حلیہ)

لہٰذا ان احادیث کی روشنی میں عورتوں پر لازم ہے کہ حقوق شوہر کا تحفظ کریں تاکہ دنیا میں چین اور آخرت میں راحت ملے۔

شوہر کے ساتھ زندگی گزارنے کا طریقہ

جاننا چاہئے کہ میاں بیوی کا رشتہ ایسا مضبوط تعلق ہے کہ ساری عمر اسی بندھن میں رہ کر زندگی بسر کرنی ہے۔ اگر میاں بیوی میں پورا پورا اتحاد و اتفاق رہا تو اس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں اور اگر میاں بیوی کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا اور جھگڑے تکرار کی نوبت آ گئی تو اس سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہیں کہ میاں بیوی دونوں کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے اور دونوں عمر بھر گھٹن اور جلن کی آگ میں جلتے رہتے ہیں......لہٰذا

☆ ہر عورت شوہر کے گھر میں قدم رکھتے ہی اپنے اوپر یہ لازم کر لے کہ وہ ہر وقت اور ہر حال میں اپنے شوہر کا دل خوش رکھے گی اور اس کے اشاروں پر چلتی رہے گی اور کسی وقت اور کسی حال میں بھی شوہر کے حکم کی نافرمانی نہ کرے گی۔

☆ ہر عورت کو چاہئے کہ وہ اپنے شوہر کے مزاج کو پہچان لے اور بغور دیکھتی رہے کہ اس کے شوہر کو کیا کیا چیزیں اور کون کون سی باتیں ناپسندیدہ ہیں اور وہ کن کن باتوں سے خوش ہوتا ہے اور کون کون سی باتوں سے ناراض ہوتا ہے۔ اُٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے، پہننے اوڑھنے اور بات چیت میں اس کی عادت اور اس کا ذوق کیا اور کیسا ہے۔ خوب اچھی طرح شوہر کا مزاج پہچان لینے کے بعد عورت کو لازم ہے کہ وہ ہر کام شوہر کے مزاج کے مطابق کرے، ہرگز ہرگز شوہر کے مزاج کے خلاف نہ کوئی بات کرے اور نہ کوئی کام۔

☆ عورت کو لازم ہے کہ شوہر کو کبھی جلی کٹی باتیں نہ سنائے۔ نہ کبھی اس کے سامنے غصہ میں چلا چلا کر بولے۔ نہ اس کی باتوں کا کڑوا تیکھا جواب دے۔ نہ کبھی اس کو طعنہ مارے۔ نہ اس کی لائی ہوئی چیزوں میں عیب نکالے۔ نہ شوہر کے مکان و سامان وغیرہ کو حقیر بتائے۔ نہ شوہر کے ماں باپ یا اس کے خاندان یا اس کی شکل وصورت کے بارے میں کوئی ایسی بات کہے جس سے شوہر کے دل کو ٹھیس لگے اور خواہ مخواہ اس کو سن کر برا لگے۔ اس قسم کی باتوں سے شوہر کا دل دُکھ جاتا ہے اور رفتہ رفتہ شوہر کو بیوی سے نفرت ہونے لگتی ہے جس کا انجام جھگڑے لڑائی کے سوا کچھ بھی نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ میاں بیوی میں زبردست بگاڑ ہو جاتا ہے۔

☆ بیوی کو لازم ہے کہ ہمیشہ اُٹھتے بیٹھتے، بات چیت میں، ہر حالت میں شوہر کے سامنے باادب رہے اور اس کے اعزاز و اکرام کا خیال رکھے۔ شوہر جب کبھی بھی باہر سے گھر میں آئے تو عورت کو چاہئے کہ سب کام کو چھوڑ کر اُٹھ کھڑی ہو اور شوہر کی طرف متوجہ ہو جائے۔ اس کی مزاج پرسی کرے اور فوراً ہی اس کے آرام و راحت کا انتظار کر دے اور اس کیساتھ دل جوئی کی باتیں کرے اور ہرگز ہرگز ایسی کوئی بات نہ سنائے، نہ کوئی ایسا سوال کرے جس سے شوہر کا دل دُکھے۔

☆ اگر شوہر کو عورت کی کسی بات پر غصہ آجائے تو عورت کو لازم ہے کہ اس وقت خاموش ہوجائے اور اس وقت ہرگز کوئی ایسی بات نہ بولے جس سے شوہر کا غصہ اور زیادہ بڑھ جائے اور اگر عورت کی طرف سے کوئی قصور ہوجائے اور شوہر غصہ میں بھر کر عورت کو برا بھلا کہہ دے اور ناراض ہوجائے تو عورت کو چاہئے کہ خود روٹھ کر اور گال پھلا کر نہ بیٹھ جائے بلکہ عورت کو لازم ہے کہ فوراً ہی عاجزی اور خوشامد کر کے شوہر سے معافی مانگے اور جس طرح بھی وہ مانے اسے منالے۔ اگر عورت کا کوئی قصور نہ ہو بلکہ شوہر ہی کا قصور ہو جب بھی عورت کو تن کر اور منہ بگاڑ کر بیٹھ رہنا نہیں چاہئے بلکہ شوہر کے سامنے عاجزی وانکساری ظاہر کر کے شوہر کو خوش کر لینا چاہئے کیونکہ شوہر کا حق بہت بڑا ہے۔ اس کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ اپنے شوہر سے معافی تلافی کرانے میں عورت کی کوئی ذلت نہیں ہے بلکہ یہ عورت کیلئے عزت وفخر کی بات ہے کہ وہ معافی مانگ کر اپنے شوہر کو راضی کرلے۔

☆ عورت کو چاہئے کہ وہ اپنے شوہر سے اس کی آمدنی اور خرچ کا حساب نہ لیا کرے کیونکہ شوہروں کے خرچ پر عورتوں کے روک ٹوک لگانے سے عموماً شوہروں کو چڑھ پیدا ہوجاتی ہے اور شوہروں پر غیرت سوار ہوجاتی ہے کہ میری بیوی ہو کر مجھ پر حکومت جتاتی ہے اور میری آمدنی وخرچ کا مجھ سے حساب طلب کرتی ہے۔ اس چڑھ کا انجام یہ ہوتا ہے کہ رفتہ رفتہ میاں بیوی کے دلوں میں اختلاف پیدا ہوجایا کرتا ہے۔ اسی طرح عورت کو چاہئے کہ اپنے شوہر کے کہیں آنے جانے پر روک ٹوک نہ کرے نہ شوہر کے چال چلن پر شبہ اور بدگمانی کرے کہ اس سے میاں بیوی کے تعلقات میں فساد وخرابی پیدا ہوجاتی ہے اور خواہ مخواہ شوہر کے دل میں نفرت پیدا ہوجاتی ہے۔

☆ جب تک ساس اور سسر زندہ ہیں عورت کیلئے ضروری ہے کہ ان دونوں کی بھی تابع داری اور خدمت گزاری کرتی رہے اور جہاں تک ممکن ہوسکے ان دونوں کو راضی اور خوش رکھے۔ ورنہ یاد رکھو کہ شوہر ان دونوں کا بیٹا ہے اگر ان دونوں نے اپنے بیٹے کو ڈانٹ ڈپٹ کر چانپ چڑھادی تو یقیناً شوہر عورت سے ناراض ہوجائیگا اور میاں بیوی کے پیار بھرے تعلقات تہس نہس ہوجائینگے۔ اسی طرح اپنے جیٹھوں، دیوروں اور نندوں، بھاوجوں کے ساتھ بھی خوش اخلاقی برتے اور ان سبھوں کی دل جوئی میں لگی رہے اور کبھی ہرگز ہرگز ان میں سے کسی کو ناراض نہ کرے۔ ورنہ دھیان رہے کہ ان لوگوں سے بگاڑ کا نتیجہ میاں بیوی کے تعلقات کی خرابی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ عورت کو سسرال میں ساس اور سسر سے الگ تھلگ رہنے کی ہرگز کبھی کوشش نہیں کرنی چاہئے بلکہ مل جل کر رہنے ہی میں بھلائی ہے کیونکہ ساس اور سسر سے بگاڑ اور جھگڑے کی یہی جڑ ہے اور یہ خود سوچنے کی بات ہے کہ ماں باپ نے لڑکے کو پالا پوسا اور اس اُمید پر اس کی شادی کی کہ بڑھاپے میں ہم کو بیٹے اور اس کی دُلہن سے سہارا اور آرام ملے گا لیکن دلہن نے گھر میں قدم رکھتے ہی اس بات کی کوشش شروع کردی کہ بیٹا اپنے ماں باپ سے الگ تھلگ ہوجائے تو تم خود ہی سوچو کہ دلہن کی اس حرکت سے ماں باپ کو کس قدر غصہ آئے گا اور کتنی جھلاہٹ پیدا ہوگی۔ اس لئے گھر میں طرح طرح کی بدگمانیاں اور

قسم قسم کے فتنہ وفساد شروع ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ میاں بیوی کے دلوں میں پھوٹ پیدا ہو جاتی ہے اور جھگڑے تکرار کی نوبت آجاتی ہے اور پھر پورے گھر والوں کی زندگی تلخ اور تعلقات درہم برہم ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا بہتری اسی میں ہے کہ ساس اور سسر کی زندگی بھر ہرگز ہرگز کبھی عورت کو الگ رہنے کا خیال بھی نہیں کرنا چاہئے۔ ہاں اگر ساس اور سسر خود ہی اپنی خوشی سے بیٹے کو اپنے سے الگ کر دیں تو پھر الگ رہنے میں کوئی حرج نہیں لیکن الگ رہنے کی صورت میں بھی اُلفت ومحبت اور میل جول رکھنا انتہائی ضروری ہے تا کہ ہر مشکل میں پورے کنبے کو ایک دوسرے کی امداد کا سہارا ملتا رہے اور اتفاق واتحاد کیساتھ پورے کنبے کی زندگی بہتر اور عمدہ ہو۔

☆ عورت کو اگر سسرال میں کوئی تکلیف ہو یا کوئی بات ناگوار گزرے تو عورت کو لازم ہے کہ ہرگز ہرگز میکہ میں آ کر چغلی نہ کھائے کیونکہ سسرال کی چھوٹی چھوٹی سی باتوں کی شکایت میکہ میں آ کر ماں باپ سے کرنی یہ بہت ہی خراب اور بری بات ہے۔ سسرال والوں کو عورت کی اس حرکت سے بے حد تکلیف پہنچتی ہے۔ یہاں تک کہ دونوں گھروں میں بگاڑ اور لڑائی جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں جس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ عورت شوہر کی نظروں میں بھی قابل نفرت ہو جاتی ہے۔

☆ عورت کو چاہئے کہ سسرال میں جا کر اپنے میکہ والوں کی بہت زیادہ تعریف اور بڑائی نہ بیان کرتی رہے کیونکہ اس سے سسرال والوں کو یہ خیال ہو سکتا ہے کہ ہماری بہو ہم لوگوں کو بے قدر سمجھتی ہے اور ہمارے گھر والوں اور گھر کے ماحول کی توہین کرتی ہے اس لئے سسرال والے بھڑک کر بہو کی بے قدری اور اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔

☆ گھر کے اندر ساس، نندیں یا جٹھانی، دیورانی یا کوئی دوسری دو عورتیں آپس میں چپکے چپکے باتیں کر رہی ہوں تو عورت کو چاہئے کہ ایسے وقت میں ان کے قریب نہ جائے اور نہ یہ جستجو کرے کہ وہ آپس میں کیا باتیں کر رہی ہیں اور بلا وجہ یہ بدگمانی بھی نہ کرے کہ کچھ میرے ہی متعلق باتیں کر رہی ہوں گی کہ اس سے خواہ مخواہ دل میں ایک دوسرے کی طرف سے کینہ پیدا ہو جاتا ہے جو بہت بڑا گناہ ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے بڑے فساد ہونے کا سبب بن جایا کرتا ہے۔

☆ عورت کو یہ بھی چاہئے کہ سسرال میں اگر ساس یا نندوں کو کوئی کام کرتے دیکھے تو جھٹ پٹ اُٹھ کر خود بھی وہ کام کرنے لگے اس سے ساس اور نندوں کے دل میں یہ اثر پیدا ہوگا کہ وہ عورت کو اپنا غم گسار اور رفیق کار بلکہ اپنا مددگار سمجھنے لگیں گی جس سے خود بخود ساس، نندوں کے دل میں ایک خاص قسم کی محبت پیدا ہو جائے گی۔ خصوصاً ساس، سسر اور نندوں کی بیماری کے وقت عورت کو بڑھ چڑھ کر خدمت اور تیمارداری میں حصہ لینا چاہئے کہ ایسی باتوں سے ساس، سسر اور نندوں بلکہ شوہر کے دل میں عورت کی طرف سے جذبۂ محبت پیدا ہو جاتا ہے اور عورت سارے گھر کی نظروں میں وفادار وخدمت گزار سمجھی جانے لگتی ہے اور عورت کی نیک نامی میں چار چاند لگ جاتے ہیں۔

☆ عورت کو لازم ہے کہ سسرال میں پہنچنے کے بعد ضد اور ہٹ دھرمی کی عادت بالکل ہی چھوڑ دے۔ عموماً عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ جہاں کوئی بات ان کی مرضی کے خلاف ہوئی فوراً غصہ میں آگ بگولہ ہو کر الٹ پلٹ شروع کر دیتی ہیں۔ یہ بہت بری عادت ہے۔ لیکن میکہ میں چونکہ ماں باپ اپنی بیٹی کا ناز اُٹھاتے ہیں اس لئے میکہ میں تو ضد اور ہٹ دھرمی اور غصہ وغیرہ سے عورت کو کچھ زیادہ نقصان نہیں پہنچتا لیکن سسرال میں ماں باپ سے نہیں بلکہ ساس اور سسر اور شوہر سے واسطہ پڑتا ہے۔ ان میں سے کون ایسا ہے جو عورت کا ناز اُٹھانے کو تیار ہوگا۔ اس لئے سسرال میں عورت کی ضد اور ہٹ دھرمی اور غصہ اور چڑچڑاپن عورت کیلئے بے حد نقصان کا سبب بن جاتا ہے کہ پورے سسرال والے عورت کی ان خراب عادتوں کی وجہ سے عورت سے بالکل ہی بیزار ہو جاتے ہیں اور عورت سب کی نظروں میں ذلیل وخوار ہو جاتی ہے۔

☆ عموماً سسرال کا ماحول میکہ سے الگ تھلگ ہوتا ہے اور سب نئے نئے لوگوں سے عورت کا واسطہ پڑتا ہے۔ اس لئے سچ پوچھو تو سسرال ہر عورت کیلئے امتحان گاہ ہے جہاں اس کی ہر حرکت وسکون پر نظر رکھی جائے گی اور اس کے ہر عمل پر تنقید کی جائے گی۔ نیا ماحول ہونے کی وجہ سے ساس اور نندوں سے کبھی کبھی خیالات میں ٹکراؤ بھی ہوگا اور اس موقع پر بعض اوقات ساس اور نندوں کی طرف سے جلی کٹی اور طعنوں، کوسنوں کی کڑوی کڑوی باتیں بھی سننی پڑیں گی۔ ایسے موقعوں پر صبر اور خاموشی عورت کی بہترین ڈھال ہے۔ عورت کو چاہئے کہ ساس اور نندوں کو ہمیشہ برائی کا بدلہ بھلائی سے دیتی رہے اور ان کے طعنوں، کوسنوں پر صبر کر کے بالکل ہی جواب نہ دے اور چپ سادھ لے۔ یہ بہترین طریقۂ عمل ہے۔ ایسا کرتے رہنے سے اِن شاءَ اللّٰہ تعالیٰ ایک دن ایسا آئے گا کہ ساس اور نندیں خود ہی شرمندہ ہو کر اپنی حرکتوں سے باز آ جائیں گی۔

☆ عورت کو سسرال میں خاص طور پر بات چیت میں اس چیز کا دھیان رکھنا چاہئے کہ نہ تو اتنی زیادہ بات چیت کرے جو سسرال والوں اور پڑوسیوں کو ناگوار گزرے اور نہ اتنی کم بات کرے کہ منت وخوشامد کے بعد بھی کچھ نہ بولے۔ اس لئے کہ یہ غرور وگھمنڈ کی علامت ہے۔ جو کچھ بولے سوچ سمجھ کر بولے اور اتنی نرم اور پیار بھرے لہجوں میں بات کرے کہ کسی کو ناگوار نہ گزرے اور کوئی ایسی بات نہ بولے جس سے کسی کے دل پر بھی ٹھیس لگے تاکہ عورت سسرال والوں اور رشتہ ناطہ والوں اور پڑوسیوں سب کی نظروں میں ہر دلعزیز بنی رہے۔

بہترین بیوی کون؟

- جو اپنے شوہر کی فرمانبرداری اور خدمت گزاری کو اپنا فرض منصبی سمجھے۔
- جو اپنے شوہر کے تمام حقوق ادا کرنے میں کوتاہی نہ کرے۔
- جو اپنے شوہر کی خوبیوں پر نظر رکھے اور اس کے عیوب اور خامیوں کو نظر انداز کرتی رہے۔
- جو خود تکلیف اُٹھا کر اپنے شوہر کو آرام پہنچانے کی ہمیشہ کوشش کرتی رہے۔
- جو اپنے شوہر سے اس کی آمدنی سے زیادہ کا مطالبہ نہ کرے اور جو مل جائے اس پر صبر و شکر کے ساتھ زندگی بسر کرے۔
- جو اپنے شوہر کے سوا کسی اجنبی مرد پر نگاہ نہ ڈالے۔ نہ کسی کی نگاہ اپنے اوپر پڑنے دے۔
- جو پردے میں رہے اور اپنے شوہر کی عزت و ناموس کی حفاظت کرے۔
- جو شوہر کے مال اور مکان و سامان اور خود اپنی ذات کو شوہر کی امانت سمجھ کر ہر چیز کی حفاظت و نگہبانی کرتی رہے۔
- جو اپنے شوہر کی مصیبت میں اپنی جانی و مالی قربانی کے ساتھ اپنی وفاداری کا ثبوت دے۔
- جو مذہب کی پابند اور دیندار ہو اور حقوق اللہ و حقوق العباد کو ادا کرتی ہو۔
- جو پڑوسیوں اور ملنے جلنے والی عورتوں کیساتھ خوش اخلاقی اور شرافت و مروت کا برتاؤ کرے اور سب اسکی خوبیوں کی مداح ہوں۔
- جو میکہ اور سسرال دونوں گھروں میں ہر دلعزیز اور باعزت ہو۔

احادیث کی روشنی میں شوہر پر عورت کے حقوق

حدیث...... رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، عورتوں کے بارے میں بھلائی کرنے کی میں وصیت فرماتا ہوں تم میری اس وصیت کو قبول کرو۔ وہ پسلی سے پیدا کی گئیں اور پسلیوں میں سب سے زیادہ ٹیڑھی اوپر والی ہے اگر تو اسے سیدھا کرنے چلے تو توڑ دے گا اور اگر ویسی ہی رہنے دے تو ٹیڑھی باقی رہے گی۔ (بخاری و مسلم)

حدیث...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مسلمان مرد عورت مومنہ کو مبغوض نہ رکھو اگر اس کی ایک عادت بری معلوم ہوتی ہے دوسری پسند ہوگی یعنی تمام عادتیں خراب نہیں ہوں گی جبکہ اچھی بری ہر قسم کی باتیں ہوں گی تو مرد کو یہ نہ چاہیۓ کہ خراب ہی عادت کو دیکھتا رہے بلکہ بری عادت سے چشم پوشی کرے اور اچھی عادت کی طرف نظر کرے۔ (مسلم شریف)

حدیث...... حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، تم میں اچھے وہ لوگ ہیں جو عورتوں سے اچھی طرح پیش آئیں۔

لہٰذا مردوں کیلیۓ ضروری ہے کہ ان ارشاداتِ عالیہ کی پابندی کریں اور عورتوں کے ساتھ حسن سلوک اور نرمی سے پیش آئیں۔

بیوی کے ساتھ زندگی گزارنے کا طریقہ

☆ ہر شوہر کے اوپر اس کی بیوی کا یہ حق فرض ہے کہ وہ اپنی بیوی کے کھانے پینے، اوڑھنے پہننے، رہنے سہنے اور دوسری ضروریاتِ زندگی کا اپنی حیثیت کے مطابق اور اپنی طاقت بھر انتظام کرے اور ہر وقت اس کا خیال رکھے کہ یہ اللہ کی بندی میرے نکاح کے بندھن میں بندھی ہوئی ہے اور یہ اپنے ماں باپ، بھائی بہن اور تمام عزیز وا قارب سے جدا ہو کر صرف میری ہو کر رہ گئی ہے اور میری زندگی کے دُکھ سکھ میں برابر کی شریک بن گئی ہے اس لئے اس کی زندگی کی تمام ضروریات کا انتظام کرنا میرا فرض ہے۔ یاد رکھو کہ جو مرد اپنی لاپرواہی سے اپنی بیویوں کے نان ونفقہ اور اخراجات زندگی کا انتظام نہیں کرتے وہ بہت بڑے گنہگار، حقوق العباد میں گرفتار اور قہر قہار وعذابِ نار کے سزاوار ہیں۔

☆ میاں بیوی کی خوشگوار زندگی بسر ہونے کیلئے جس طرح عورتوں کو مردوں کے جذبات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے اسی طرح مردوں کو بھی لازم ہے کہ عورتوں کے جذبات کا خیال رکھیں ورنہ جس طرح مرد کی ناراضگی سے عورت کی زندگی جہنم بن جاتی ہے اسی طرح عورت کی ناراضگی بھی مردوں کیلئے وبال جان ہو جاتی ہے۔ اس لئے مرد کو لازم ہے کہ عورت کی صورت وسیرت پر طعنہ نہ مارے اور عورت کے میکہ والوں پر بھی طعنہ زنی اور نکتہ چینی نہ کرے۔ نہ عورت کے ماں باپ اور عزیز وا قارب کو عورت کے سامنے برا بھلا کہے۔ کیونکہ ان باتوں سے عورت کے دل میں مرد کی طرف سے نفرت کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ میاں بیوی کے درمیان ناچاقی پیدا ہو جاتی ہے اور پھر دونوں کی زندگی دن رات کی جلن اور گھٹن سے تلخ بلکہ عذاب بن جاتی ہے۔

☆ مرد کو چاہئے کہ خبردار خبردار کبھی بھی اپنی عورت کے سامنے کسی دوسری عورت کے حسن وجمال یا اس کی خوبیوں کا ذکر نہ کرے ورنہ بیوی کو فوراً ہی بدگمانی اور یہ شبہ ہو جائے گا کہ شاید میرے شوہر کا اس عورت سے کوئی تعلق ہے یا کم سے کم قلبی لگاؤ ہے اور یہ خیال عورت کے دل کا ایسا کانٹا ہے کہ عورت کو ایک لمحہ کیلئے بھی صبر وقرار نصیب نہیں ہو سکتا۔ یاد رکھو کہ جس طرح کوئی شوہر اس کو برداشت نہیں کر سکتا کہ اس کی بیوی کا کسی دوسرے مرد سے ساز باز ہو؛ اسی طرح کوئی عورت بھی ہرگز ہرگز کبھی اس بات کی تاب نہیں لا سکتی کہ اس کے شوہر کا کسی دوسری عورت سے تعلق ہو۔ بلکہ تجربہ شاہد ہے کہ اس معاملہ میں عورت کے جذبات مرد کے جذبات سے کہیں زیادہ بڑھ چڑھ کر ہوا کرتے ہیں۔ لہٰذا اس معاملہ میں شوہر کو لازم ہے کہ بہت زیادہ احتیاط رکھے ورنہ بدگمانیوں کا طوفان میاں بیوی کی خوشگوار زندگی کو تباہ وبرباد کر دے گا۔

☆ مرد بلاشبہ عورت پر حاکم ہے۔ لہٰذا مرد کو یہ حق حاصل ہے کہ بیوی پر اپنا حکم چلائے۔ مگر پھر مرد کیلئے یہ ضروری ہے کہ اپنی بیوی سے کسی ایسے کام کی فرمائش نہ کرے جو اس کی طاقت سے باہر ہو یا وہ کام اس کو انتہائی ناپسند ہو۔ کیونکہ اگرچہ عورت جبراً قہراً وہ کام کر دے گی مگر اس کے دل میں ناگواری ضرور پیدا ہو جائیگی جس سے میاں بیوی کی خوش مزاجی کی زندگی میں کچھ نہ کچھ تلخی ضرور پیدا ہو جائے گی جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ رفتہ رفتہ میاں بیوی میں اختلاف پیدا ہو جائے گا۔

☆ مرد کو چاہئے کہ عورت کی غلطیوں پر اصلاح کیلئے روک ٹوک کرتا رہے کبھی سختی اور غصہ کے انداز میں اور کبھی محبت و پیار اور ہنسی خوشی کیساتھ بھی بات چیت کرے۔ جو مرد صرف ڈانٹ پھٹکار اور مار پیٹ ہی سے بات کرتے ہیں ان کی بیویاں شوہروں کی محبت سے مایوس ہو کر ان سے نفرت کرنے لگتی ہیں اور جو لوگ ہر وقت بیویوں کا ناز اُٹھاتے رہتے ہیں اور بیوی لاکھ غلطیاں کرے مگر پھر بھی شوہر کچھ نہیں بولتے ان لوگوں کی بیویاں گستاخ اور شوخ ہو کر شوہروں کو اپنی اُنگلیوں پر نچاتی رہتی ہیں۔ اس لئے شوہروں کو چاہئے کہ نہ بہت ہی کڑوا بنے نہ بہت ہی میٹھا بلکہ سختی اور نرمی موقع موقع سے دونوں پر عمل کرتا رہے۔

☆ عورت اگر چہ اپنے میکہ سے کوئی چیز لا کر یا خود بنا کر پیش کرے تو مرد کو چاہئے کہ اگر چہ وہ چیز بالکل ہی گھٹیا درجے کی ہو مگر اس پر خوشی کا اظہار کرے اور نہایت ہی تپاک اور انتہائی چاہ کے ساتھ اس کو قبول کرے اور چند الفاظ تعریف کے بھی عورت کے سامنے کہہ دے تاکہ عورت کا دل بڑھ جائے اور اس کا حوصلہ بلند ہو جائے۔ خبردار خبردار عورت کے پیش کئے ہوئے تحفوں کو کبھی ہرگز ہرگز نہ ٹھکرائے، نہ اس کو حقیر بتائے، نہ اس میں عیب نکالے۔ ورنہ عورت کا دل ٹوٹ جائے گا اور اس کا حوصلہ پست ہو جائیگا۔

☆ عورت اگر بیمار ہو جائے تو شوہر کا یہ اخلاقی فریضہ ہے کہ عورت کی غمخواری اور تیمارداری میں ہرگز ہرگز کوئی کوتاہی نہ کرے بلکہ اپنی دل داری و دل جوئی سے عورت کے دل پر یہ نقش بٹھا دے کہ میرے شوہر کو مجھ سے بے حد محبت ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ عورت شوہر کے اس احسان کو یاد رکھے گی اور وہ بھی شوہر کی خدمت گزاری میں اپنی جان لڑا دے گی۔

☆ عورت کا اس کے شوہر پر ایک حق یہ بھی ہے کہ شوہر عورت کے بستر کی راز والی باتوں کو دوسروں کے سامنے نہ بیان کرے بلکہ اس کو راز بنا کر اپنے دل ہی میں رکھے۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا کے نزدیک بدترین شخص وہ ہے جو اپنی بیوی کے پاس جائے پھر اس کے پردہ کی باتوں کو ظاہر کرے اور اپنی بیوی کو دوسروں کی نگاہوں میں رُسوا کرے۔

☆ شوہر کو چاہئے کہ عورت کے اخراجات کے بارے میں بہت زیادہ بخیلی اور کنجوسی نہ کرے۔ نہ حد سے زیادہ فضول خرچی کرے اپنی آمدنی کو دیکھ کر بیوی کے اخراجات مقرر کرے۔ نہ اپنی طاقت سے بہت کم، نہ اپنی طاقت سے بہت زیادہ۔

☆ شوہر کو چاہئے کہ اپنی بیوی کو گھر کی چار دیواری کے اندر قید کر کے نہ رکھے۔ بلکہ کبھی والدین اور رشتہ داروں کے یہاں آنے جانے کی اجازت دیتا رہے اور اس کی سہیلیوں اور رشتہ داری والی عورتوں اور پڑوسنوں سے بھی ملنے جلنے پر پابندی نہ لگائے۔ بشرطیکہ ان عورتوں کے میل جول سے کسی فتنہ وفساد کا اندیشہ نہ ہو اور اگر ان عورتوں کے میل ملاپ سے بیوی کے بدچلن یا بداخلاق ہو جانے کا خطرہ ہو تو ان عورتوں سے میل جول پر پابندی لگا دینا ضروری ہے اور یہ شوہر کا حق ہے۔

بہترین شوہر کون؟

☆ جو اپنی بیوی کے ساتھ نرمی، خوش خلقی اور حسن سلوک کے ساتھ پیش آئے۔

☆ جو اپنی بیوی کے حقوق ادا کرنے میں کسی قسم کی غفلت اور کوتاہی نہ کرے۔

☆ جو اپنی بیوی کا اس طرح ہو کر رہے کہ کسی اجنبی عورت پر نگاہ نہ ڈالے۔

☆ جو اپنی بیوی کو اپنے عیش و آرام میں برابر شریک سمجھے۔

☆ جو اپنی بیوی پر کبھی ظلم اور کسی قسم کی بے جا زیادتی نہ کرے۔

☆ جو اپنی بیوی کی تندمزاجی اور بداخلاقی پر صبر کرے۔

☆ جو اپنی بیوی کی خوبیوں پر نظر رکھے اور معمولی غلطیوں کو نظر انداز کرے۔

☆ جو اپنی بیوی کی مصیبتوں، بیماریوں اور رنج و غم میں دل جوئی، تیمارداری اور وفاداری کا ثبوت دے۔

☆ جو اپنی بیوی کو پردہ میں رکھ کر عزت و آبرو کی حفاظت کرے۔

☆ جو اپنی بیوی کو دینداری کی تاکید کرتا رہے اور شریعت کی راہ پر چلائے۔

☆ جو اپنی بیوی اور اہل و عیال کو رزق حلال کما کر کھلائے۔

☆ جو اپنی بیوی کو ذِلت و رُسوائی سے بچائے رکھے۔

☆ جو اپنی بیوی کے اخراجات میں بخیلی اور کنجوسی نہ کرے۔

☆ جو اپنی بیوی پر اس طرح کنٹرول رکھے کہ وہ کسی برائی کی طرف رُخ بھی نہ کر سکے۔

ساس اور بہو

دنیا کی بڑی سے بڑی لڑائیوں یہاں تک کہ عالمی جنگوں کا خاتمہ ہوگیا مگر ساس بہو کی جنگ وہ جنگِ عظیم ہے جو تقریباً ہر گھر اس لڑائی کا میدانِ جنگ بنا ہوا ہے اور ختم ہونے کا نام نہیں لیتی۔ ماں نہایت ہی لاڈ اور بڑے ہی پیار سے اپنے بیٹوں کو پالتی ہے اور جب لڑکے جوان ہوجاتے ہیں تو لڑکوں کی ماں اپنے بیٹوں کی شادی اوران کا سہرا دیکھنے کیلئے سب سے زیادہ بے چین اور بے قرار رہتی ہے اور گھر گھر کا چکر لگا کر اپنے بیٹے کی دُلہن تلاش کرتی پھرتی ہے یہاں تک کہ بڑے پیار اور چاہ سے بیٹے کی شادی رچاتی ہے اور اپنے بیٹے کی شادی کا سہرا دیکھ کر پھولے نہیں سماتی۔ مگر جونہی غریب دُلہن اپنا میکہ چھوڑ کر اور اپنے ماں باپ، بھائی بہن اور رِشتہ ناطہ والوں سے جدا ہوکر اپنے سسرال میں قدم رکھتی ہے ساس بہو کی جنگ شروع ہوجاتی ہے اور بے چارہ شوہر ماں اور بیوی کی لڑائی کی چکی کے دوپاٹوں کے درمیان پسنے لگتا ہے۔ غریب شوہر ایک طرف ماں کے احسانوں کے بوجھ سے دَبا ہوا اور دوسری طرف بیوی کی محبت میں جکڑا ہوا۔ ماں اور بیوی کی لڑائی کا منظر دیکھ دیکھ کر کوفت کی آگ میں جلتا رہتا ہے اور اس کیلئے بڑی مشکل یہ آن پڑتی ہے کہ اگر وہ اس لڑائی میں اپنی ماں کی حمایت کرتا ہے تو بیوی کے رونے دھونے اور اس کے طعنوں اور میکہ چلی جانے کی دھمکیوں سے اس کا بھیجا کھولنے لگتا ہے اور اگر بیوی کی پاسداری میں ایک لفظ بول دیتا ہے تو ماں اپنی چیخ وپکار اور کوسنوں سے سارا گھر سر پر اُٹھالیتی ہے اور ایسے گرم گرم اور دل خراش طعنے سنتا ہے کہ رنج وغم سے اس کے سینے میں دل پھٹنے لگتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ ساس بہو کی لڑائی میں ساس، بہو اور شوہر تینوں کا کچھ نہ کچھ قصور ضرور ہوتا ہے۔ لیکن تجربہ یہ بتاتا ہے کہ اس لڑائی میں سب سے بڑا ہاتھ ساس ہی کا ہوا کرتا ہے۔ حالانکہ ہر ساس پہلے خود بھی بہو رہ چکی ہوتی ہے۔ مگر وہ اپنے بہو بن کر رہنے کا زمانہ بالکل بھول جاتی ہے اور اپنی بہو سے ضرور لڑائی کرتی ہے اور اس کی ایک خاص وجہ یہ ہے کہ جب تک لڑکے کی شادی نہیں ہوتی سو فیصدی بیٹے کا تعلق ماں ہی سے ہوا کرتا ہے۔ بیٹا اپنی ساری کمائی اور جو سامان بھی لاتا ہے وہ اپنی ماں ہی کے ہاتھ میں دیتا ہے اور ہر چیز ماں ہی سے طلب کر کے استعمال کرتا ہے اور دن رات میں سینکڑوں مرتبہ اماں اماں کہہ کر بات بات میں ماں کو پکارتا ہے۔ اس سے ماں کا کلیجا خوشی سے پھول جاتا ہے اور ماں اس خیال میں مگن رہتی ہے کہ میں گھر کی مالکن ہوں اور

میرا بیٹا میرا فرمانبردار ہے۔ لیکن شادی کے بعد جب بیٹے کی محبت بیوی کی طرف رُخ کر لیتی ہے اور بیٹا کچھ نہ کچھ اپنی بیوی کو دینے اور کچھ نہ کچھ اس سے مانگ کر لینے لگتا ہے تو ماں کو فطری طور پر ایک بہت بڑا جھٹکا لگتا ہے کہ میرا بیٹا میں نے اس کو پال پوس کر بڑا کیا اور اب یہ مجھ کو نظر انداز کر کے اپنی بیوی کے قبضہ میں چلا گیا۔ اب اماں اماں پکارنے کی بجائے بیگم بیگم پکارتا ہے۔ اپنی کمائی مجھے دیتا تھا۔ اب بیوی کے ہاتھ سے ہر چیز لیا دیا کرتا ہے۔ اب میں گھر کی مالکن نہیں رہی۔ اس خیال سے ماں پر ایک جھلاہٹ سوار ہو جاتی ہے اور وہ بہو کو جذبۂ حسد میں اپنی مدمقابل بنا کر اس سے لڑائی جھگڑا کرنے لگتی ہے اور بہو میں طرح طرح کے عیب نکالنے لگتی ہے اور قسم قسم کے طعنے اور کوسنے دینا شروع کر دیتی ہے۔ بہو شروع شروع میں تو یہ خیال کر کے کہ یہ میرے شوہر کی ماں ہے کچھ دِنوں تک چپ رہتی ہے مگر جب ساس حد سے گزرنے لگتی ہے تو پھر بہو کے دل میں ساس کے تعلق سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے اور پھر معاملہ بڑھتے بڑھتے دونوں طرف سے آمنے سامنے سوال و جواب کا تبادلہ ہونے لگتا ہے۔ پھر بڑھتے بڑھتے اس جنگ کے شعلے ساس اور بہو کے خاندانوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں اور دونوں خاندانوں میں بھی جنگِ عظیم شروع ہو جاتی ہے۔

اس لڑائی کے خاتمہ کی بہترین صورت یہ ہے کہ اس جنگ کے تینوں فریق (ساس، بہو اور بیٹا) اپنے اپنے حقوق و فرائض کو ادا کرنے لگیں۔ اِن شاءَ اللہ تعالیٰ ہمیشہ کیلئے یہ جنگ ختم ہو جائے گی۔

ساس کے فرائض

ہر ساس کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنی بہو کو اپنی بیٹی کی طرح سمجھے اور ہر معاملہ میں اس کے ساتھ شفقت ومحبت کا برتاؤ کرے۔ اگر بہو سے اس کی کمسنی یا ناتجربہ کاری کی وجہ سے کوئی غلطی ہوجائے تو طعنہ مارنے اور کوسنے دینے کی بجائے اخلاق ومحبت کیساتھ اس کو کام کا صحیح طریقہ اور ڈھنگ سکھائے اور ہمیشہ اس کا خیال رکھے کہ یہ کم عمر اور ناتجربہ کار لڑکی اپنے ماں باپ سے جدا ہو کر ہمارے گھر میں آئی ہے۔ اس کیلئے یہ گھر نیا اور اس کا ماحول نیا ہے۔ اس کا یہاں ہمارے سوا کون ہے؟ اگر ہم نے اس کا دِل دُکھایا تو اس کو تسلی دینے والا اور اس کے آنسو پونچھنے والا یہاں دوسرا کون ہے؟ بس ہر ساس یہ سمجھ لے اور ٹھان لے کہ مجھے اپنی بہو سے ہر حال میں شفقت ومحبت کرنی ہے۔ بہو مجھے خواہ کچھ بھی سمجھے مگر میں تو اس کو اپنی بیٹی ہی سمجھوں گی۔ تو پھر سمجھ لو کہ ساس بہو کا جھگڑا آدھے سے زیادہ ختم ہوگیا۔

بہو کے فرائض

ہر بہو کو لازم ہے کہ اپنی ساس کو اپنی ماں کی جگہ سمجھے اور ہمیشہ ساس کی تعظیم اور اس کی فرمانبرداری وخدمت گزاری کو اپنا فرض سمجھے۔ ساس اگر کسی معاملہ میں ڈانٹ ڈپٹ کرے تو خاموشی کے ساتھ سن لے اور ہرگز ہرگز خبردار کبھی ساس کو پلٹ کر اُلٹا سیدھا جواب نہ دے بلکہ صبر کرے۔ اسی طرح اپنے سسر کو بھی اپنے باپ کی جگہ جان کر اس کی تعظیم وخدمت کو اپنے لئے لازم سمجھے اور ساس سسر کی زندگی میں ان سے الگ رہنے کی خواہش نہ ظاہر کرے اور اپنی دَیورانیوں، جِٹھانیوں اور نندوں سے بھی حسبِ مراتب اچھا برتاؤ رکھے اور یہ ٹھان لے کہ مجھے ہر حال میں انہیں لوگوں کے ساتھ زندگی بسر کرنی ہے۔

بیٹے کے فرائض

ہر بیٹے کو لازم ہے کہ جب اس کی دُلہن گھر میں آجائے تو حسبِ دستور اپنی دُلہن سے خوب خوب پیار ومحبت کرے لیکن ماں باپ کے ادب واحترام اور ان کی خدمت واِطاعت میں ہرگز ہرگز بال برابر بھی فرق نہ آنے دے۔ اب بھی ہر چیز کا لین دین ماں ہی کے ہاتھ سے کرتا رہے اور اپنی دُلہن کو بھی یہی تاکید کرتا رہے کہ بغیر میری ماں اور میرے باپ کی رائے لئے ہرگز ہرگز کوئی کام نہ کرے اس طرزِ عمل سے ساس کے دل کو سکون واطمینان رہیگا کہ اب بھی گھر کی مالکہ میں ہی ہوں اور بیٹا، بہو دونوں میرے فرمانبردار ہیں پھر ہرگز ہرگز کبھی بھی وہ بیٹے اور بہو سے نہیں لڑے گی۔ جو لڑکے شادی کے بعد اپنی ماں سے لاپرواہی برتنے لگتے ہیں اور اپنی دُلہن کو گھر کی مالکہ بنالیا کرتے ہیں عموماً اسی گھر میں ساس بہو کی لڑائیاں ہوا کرتی ہیں۔ لیکن جن گھروں میں ساس، بہو اور بیٹے اپنے مذکورہ بالا فرائض کا خیال رکھتے ہیں ان گھروں میں ساس بہو کی لڑائیوں کی نوبت ہی نہیں آتی۔ اس لئے بے حد ضروری ہے کہ سب اپنے اپنے فرائض اور دوسروں کے حقوق کا خیال ولحاظ رکھیں۔

”اللہ تبارک وتعالیٰ سب کو توفیق دے اور ہر مسلمان کے گھر کو امن وسکون عطا فرمائے“

رسوم شادی

شادیوں میں طرح طرح کی رسمیں برتی جاتی ہیں۔ ہر ملک میں نئے نئے رسوم ہر قوم وخاندان کے رواج اور طریقے جداگانہ اور رسوم کی بنا عرف پر ہے یہ کوئی نہیں سمجھتا کہ شرعاً واجب یا سنت یا مستحب ہیں۔ لٰہذا جب تک کسی رسم کی ممانعت شریعت سے ثابت نہ ہواس وقت تک اسے حرام وناجائز نہیں کہہ سکتے۔ کھینچ تان کر ممنوع قرار دینا زیادتی ہے۔ مگر یہ ضرور ہے کہ رسوم کی پابندی اسی حد تک کرسکتا ہے کہ کسی فعل حرام میں مبتلا نہ ہو۔ بعض لوگ اس قدر پابندی کرتے ہیں کہ ناجائز فعل کرنا پڑے تو پڑے مگر رسم کا چھوڑنا گوارا نہیں۔ ایسا ہر گز نہ ہونا چاہئے۔ شریعت کی پابندی اور اس پر عمل ہر گھڑی اور ہر موقع پر لازم وضروری ہے۔ اسی میں دین ودنیا کی بھلائی، معاشرے کیلئے آسانی اور آخرت کی اچھائی ہے۔

مولیٰ تعالیٰ ہمیں نواہی سے بچنے اور اوامر پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

جہیز

ماں باپ کچھ کپڑے، کچھ زیورات، کچھ سامان، برتن، پلنگ، بستر، میز، کرسی، تخت، جانماز، قرآن شریف، دینی کتابیں وغیرہ لڑکی کو دے کر اس کو سسرال بھیجتے ہیں۔ یہ لڑکی کا جہیز کہلاتا ہے۔ بلاشبہ یہ جائز ہے بلکہ سنت ہے۔ کیونکہ ہمارے حضور سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جہیز میں کچھ سامان دے کر رخصت فرمایا تھا۔ لیکن یادرکھو کہ جہیز میں سامانوں کو دینا یہ ماں باپ کی محبت وشفقت کی نشانی ہے اور ان کی خوشی کی بات ہے۔ ماں باپ پر لڑکی کو جہیز دینا یہ فرض وواجب نہیں ہے۔ لڑکی اور داماد کیلئے ہر گز یہ جائز نہیں ہے کہ وہ زبردستی ماں باپ کو مجبور کر کے اپنی پسند کا سامان جہیز میں وصول کریں۔ ماں باپ کی حیثیت اس قابل ہو یا نہ ہو مگر جہیز میں اپنی پسند کی چیزوں کا تقاضا کرنا اور ان کو مجبور کرنا کہ وہ قرض لے کر بیٹی داماد کی خواہش پوری کریں' یہ خلافِ شریعت بات ہے بلکہ آج کل ہندوؤں کے تلک جیسی رسم مسلمانوں میں بھی چل پڑی ہے کہ شادی طے کرتے وقت ہی یہ شرط لگادیتے ہیں کہ جہیز میں فلاں فلاں سامان اور اتنی اتنی رقم دینی پڑے گی۔ چنانچہ بہت سے غریبوں کی لڑکیاں اسی لئے بیاہی نہیں جارہی ہیں کہ ان کے ماں باپ لڑکی کے جہیز کی مانگ پوری کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ یہ رسم یقیناً خلافِ شریعت ہے اور جبراً قہراً ماں باپ کو مجبور کر کے زبردستی جہیز لینا یہ ناجائز ہے۔

لٰہذا مسلمانوں پر لازم وضروری ہے کہ اس بری رسم کو ختم کردیں اور سنت وشریعت کے پاسدار و پابند بن جائیں تا کہ دنیوی زندگی میں سکون اور آخرت میں کامیابی وسرخروئی حاصل ہو۔

آدابِ زندگی

﴿علامہ بدرالقادری﴾

یہ دھکتا ہوا معاشرہ

انسان خلقِ خدا میں سب سے زیادہ معزز ہے، باوقار اور ممتاز ہے۔کوئی شہوانی جانور نہیں، جسے صرف شراب و شباب میں غرقاب کردیا جائے تو اس کے مقصدِ حیات کی تکمیل ہوجائیگی۔ترقی یافتہ دنیا کی مفلس تہذیب بنی آدم کو جس راہ پر لے جارہی ہے وہاں ہر طرف پیاس ہی پیاس ہے، تڑپ ہی تڑپ، بے چینی اور بے قراری کے سوا کچھ نہیں۔صفحۂ عالم کا زیر اثر حصہ سکون وطمانیت کی دولت سے خالی ہوتا جارہا ہے۔

ہوس کے بندوں پر لعنت خدا کی   مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

حصولِ دولت اور نفسانیت کی راہ میں رسہ کشی ہورہی ہے۔حرص وطمع، ہوا وہوس کی گرم بازاری ہے۔نگاہیں پیاسی، قلوب پیاسے، معاشرہ پیاسا ہے۔سیرابی میسر نہیں، شہوت کا عفریت، نامور شہروں کی بلند وبالا، مرصع اور ارفع واعلیٰ عمارتوں سے جھانک رہا ہے۔ دنیا اور دنیا والوں کو تخلیق فرمانے والے پروردگار نے دن کام کاج اور رات کو حصولِ راحت کیلئے پردہ پوش بنایا ہے۔

وجعلنا الیل لباسا وجعلنا النہار معاشاہ (النباء:۱۰،۱۱)

اور ہم نے بنایا رات کو پردہ پوش اور ہم نے دن کو روزی کمانے کیلئے بنایا۔

مگر اندھی تہذیب کے متوالوں کا اصل کام اس وقت شروع ہوتا ہے جب نیر تاباں غروب ہوجاتا ہے۔ملگجی پُرسکون اندھیرے کی دبیز چادر ماحول کو اپنی آغوش میں سمیٹ لیتی ہے۔ اِدھر شام کی چلمن گری' اُدھر بازارِ عصیاں کی آرائش کا آغاز ہوا۔ تاریکی جوں جوں بڑھتی ہے یہ سیاہ باطن اپنے گھناؤنے پنجے آستینوں سے باہر نکالنا شروع کرتے ہیں۔

ان نفسانی اور شہوانی کارندوں نے اب اپنے تباہ کن، ہلاکت خیز اور جہنم رسا کاموں کو بہت منظّم کرلیا ہے۔

ع   اسی کا نام تو تہذیبِ نو ہے

''آپ جانتے ہیں ترقی یافتہ دنیا کسے کہتے ہیں؟''

☆ جہاں شراب پینا فیشن اور اُم الخبائث کو بقائے صحت کی ضمانت سمجھا جائے۔

☆ قمار بازی اعلیٰ سوسائٹی کا فرد ہونے کی سند ہے۔

☆ ناچ رقص، اچھل کود، دھما چوکڑی، شور وشر میں ہر نوجوان لڑکا اور لڑکی از خود رفتہ ہو۔

☆ مذہب، دھرم اور رِیلیجن جہاں طاقِ نسیاں میں رکھی ہوئی فرسودہ کتاب سمجھی جائے۔

☆ تعلیم کے نام پر جہاں اسکولوں، کالجوں میں بے حیائی اور بدتمیزی کا کوئی عمل دیکھنے سے رہ نہ جائے۔

☆ رات گئے دیر کو لوٹتے ہوئے ہر نوجوان لڑکا اس شب کی من پسند لڑکی کو بھی بغل کر کے لانے میں آزاد ہو۔

☆ یا لڑکی کلب سے لوٹتے ہوئے ساتھ آئے، اپنے نوجوان دوست کا چہک چہک کر گھر والوں سے تعارف کرانے میں کوئی باک نہ محسوس کرے۔

☆ جہاں سن شعور کو پہنچنے سے پیشتر ہی لڑکے اور لڑکیاں جنسی اختلاط کے فطری اور غیر فطری طریقے آزما چکیں۔

☆ جہاں شادی بیاہ، خاندان، حمل اور ولادت کو فرسودہ طریقہ اور بلاوجہ کی زَحمت سمجھا جائے۔

☆ جہاں مرد ہر رات عورتیں بدلنے اور عورت ہر شب نیا بوائے فرینڈ منتخب کرنے میں آزاد ہو۔

☆ اسقاطِ حمل اور اولادِ زنا کی پرورش کے جملہ انتظامات حکومت اپنا ذِمہ سمجھے۔

☆ جہاں مردوں کو مردوں کے ساتھ اور عورتوں کو عورتوں کے ساتھ ہم جنسی کی آزادی ہی نہیں بلکہ قانونی تحفظ بھی حاصل ہو۔

☆ جہاں انسانی اخلاق کا معیار اتنا گر جائے کہ بوڑھے بوڑھیاں اولاد سے زیادہ کتے بلیوں کو فرمانبردار سمجھنے لگیں۔

☆ جہاں ایسے واقعات عام ہوں کہ متعدد اولاد رکھنے کے باوجود ماں یا باپ تنہا ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جائے۔ جب لاش سے تعفن اُٹھے تو پڑوسیوں کے ذریعہ اولاد کو اس کی موت کا علم ہو۔

''یہ ہے ترقی یافتہ دنیا کی آزادی اور ترقی کا مختصر معاشرتی خاکہ۔ یاد رہے کہ''

☆ دنیا کا ایک حصہ اس آزادی کے مزے چکھ رہا ہے۔

☆ دوسرا خطہ اس آزادی سے کچھ حصہ پا چکا ہے اور مزید پانے کیلئے سر توڑ کوشش کر رہا ہے۔

☆ تیسرا خطہ اس آزادی سے محروم ہے۔ وہ اسے ایک لعنت سمجھتا ہے۔ مگر خود نمبر ایک کی آزاد دنیا اس تیسرے خطہ تک اپنی برکتیں جلد از جلد پہنچانے کیلئے بے قرار ہے۔

بیشتر مسلمان دنیا کے اس تیسرے زُمرے میں آتے ہیں اور کلمہ طیبہ والی صرف یہی ایک ملت شیطانی منصوبوں کے آڑ آتی ہے اور بے حیائی، حرام کاری، فضول خرچی، عیاشی اور نسل انسانی کی بربادی کے منصوبوں کا تریاق رکھتی ہے...... کیوں؟

اس لئے کہ یہ خدائی قانون پر عمل کرنے والی اور منشاء الٰہی کو برپا کرنے والی ملت ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انسانی معاشرہ کی شیرازہ بندی کا الٰہی نظام کیا ہے؟

اس کا جواب لینے کیلئے قرآن وحدیث اور فقہ اسلامی کے معاشرتی مفصل اور منظم قوانین کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

خدا پسند معاشرہ

یہ نظام شرائع ماسبق کا جامع اور رہتی دنیا تک کی انسانی ضرورتوں کا کفیل ہے۔ جس کا خلاصہ یہ کہ مرد اور عورت اپنی فطری اور جبلی خواہشات کو نہ اس قدر مٹا دیں کہ رہبانیت وتبتل تک پہنچ جائیں اور نہ اس قدر آزاد چھوڑ دیں کہ شرافت کی ساری حدوں کو پھلانگتے چلے جائیں۔ بلکہ احکامِ الٰہیہ کے مطابق جائز راستوں پر چل کر مرد اور عورت دونوں رشتۂ نکاح میں منسلک ہوں اور میاں بیوی بن جانے کے بعد ایک دوسرے کے حقوق کی پوری رعایت کریں اور صالح خاندان، پُر امن معاشرہ اور خدا ترس سوسائٹی کی تشکیل میں معمارانہ ذِمہ داری ادا کریں۔ حقوق اللہ کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ حقوق العباد میں زوجین کی ایک دوسرے پر بھاری ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ جن سے عہدہ برآ ہونے والا اللہ کا مقرب بندہ کہلانے کا مستحق ہوتا ہے۔

نکاح کیا ہے ؟

الغرض خداوندِ عالم نے مرد اور عورت کی جنسی خواہشات کی تکمیل کا محض ایک راستہ متعین فرمایا ہے۔ فطری لحاظ سے نکاح سب سے مضبوط ذریعۂ محبت ہے۔ لم ترمحتهما مثل النكاح (ابن ماجہ عن ابن عباس) اور جب انسانی قویٰ، جسمانی ساخت اور گردونواح کو غائر نظر سے دیکھا جاتا ہے، دنیاوی فوائد، بیماریوں سے حفاظت، مفاسد کی بندش، حصولِ طمانیت اور تکمیل مدارجِ روحانی ان تمام کا نکاح کے ساتھ بہت گہرا ربط نظر آتا ہے۔ بہر حال یہ ایک الگ موضوع ہے جس کی یہاں گنجائش نہیں۔

مختصراً یوں کہیے...... نکاح نسلِ انسانی کی ترقی اور افزائش کا ذریعہ ہے۔ نکاح عزت وعفت کی چادر ہے۔ نکاح معاشرتی نظام کا ستون ہے۔ نکاح پاکبازوں کا وطیرہ ہے۔ نکاح سے نصف ایمان محفوظ ہوجاتا ہے۔ ابو البشر سیّدنا آدم علیہ السلام نے فرمایا نکاح تمام انبیاء ورسل کا طریقہ ہے۔ نکاح خاتم الانبیاء سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

نسلِ انسانی کے سب سے بڑے خیر خواہ، سراپا رحمت و رافت سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سلسلہ میں اپنی نورانی ہدایات سے سرفراز فرمایا ہے۔ فرامین رسول کا خلاصہ، خصوصاً عوام کی آسانی کے پیشِ نظر صرف اُردو میں حاضر ہے۔

☆ نوجوانو! تم میں جو نکاح کی ذِمہ داریاں اُٹھانے کی سکت رکھتا ہو اُسے نکاح کر لینا چاہئے۔ کیونکہ یہ نگاہ کو نیچا رکھتا اور شرمگاہ کی حفاظت کرتا ہے اور جو نکاح کی ذِمہ داریاں اُٹھانے کی وسعت نہیں رکھتا اُسے روزہ رکھنا چاہئے (تاکہ شہوت کا زور ٹوٹ جائے)۔ (بخاری، ابن مسعود)

☆ میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں تو جس نے میری سنت سے روگردانی کی وہ میری راہ پر نہیں۔ (مسلم)

☆ عورت سے چار چیزوں کی بنیاد پر شادی کی جاتی ہے۔ اس کے مال کی بنیاد پر، خاندانی شرافت کی بنیاد پر، خوبصورتی کی بنیاد پر اور دینداری کی بنیاد پر۔ تو تم دیندار عورت کو حاصل کرو، خدا تمہیں بامراد کرے۔ (صحیحین، ابوہریرۃ)

☆ پوری دنیا متاعِ زندگی ہے اور بہترین متاعِ دنیا نیک عورت ہے۔ (مسلم، ابن عمر)

☆ کثرتِ اولاد کی صلاحیت والی عورت سے شادی کرو اور نسل کو ترقی دو۔ کیونکہ روزِ قیامت میں دوسری اُمتوں کے سامنے تمہاری وجہ سے فخر کروں گا۔ (ابن کثیر، ج ۳ ص ۳۸۶)

☆ خوب محبت کرنے والی اور کثرتِ اولاد کی صلاحیت والی عورت سے شادی کرو۔ کیونکہ میں تمہاری کثرت سے اور اُمتوں پر فخر کروں گا۔ (مشکوٰۃ، کتاب النکاح)

☆ عورتوں سے ان کے حسن و جمال کی وجہ سے شادی نہ کرو، ہوسکتا ہے ان کا حسن ان کو تباہ کر دے اور نہ ان کی مالداری کی وجہ سے شادی کرو، ہوسکتا ہے ان کا مال انہیں سرکشی میں مبتلا کر دے۔ بلکہ شادی دین کی بنیاد پر کرو۔ ولامۃ سوداء ذات دین افضل سیاہ رنگ کی دیندار باندی (گوری، خاندان یا مال والی عورت سے جو دیندار نہ ہو اس سے) افضل ہے۔ (منتقی)

☆ جب تمہارے پاس کوئی ایسا شخص شادی کا پیغام لائے جس کے دین و اخلاق کو تم پسند کرتے ہو، تو اس سے شادی کر دو۔ اگر تم ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بڑی خرابی پیدا ہوگی۔ (ترمذی)

☆ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز کا تشہد سکھایا اور تشہد فی الحاجۃ یعنی نکاح کا تشہد بھی۔ تشہدِ نکاح (جس کا اُردو میں خلاصہ) یہ ہے، حمد اور تعریف صرف اللہ کیلئے ہے۔ ہم اسی سے مدد طلب کرتے ہیں اور اسی سے مغفرت کے طلبگار ہیں اور اپنے نفس کی برائیوں کے مقابلہ میں اپنے آپ کو اللہ کی پناہ اور حفاظت میں دیتے ہیں جس کو اللہ ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ گمراہ کر دے اس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ پھر..........

نکاح ایک معاہدہ

(رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تین آیتیں پڑھتے (جو ہر خطبۂ نکاح میں پڑھی جاتی ہیں) رشتۂ نکاح قائم کرتے وقت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرآن مجید کی جو آیاتِ مبارکہ تلاوت فرماتے اور جو خطبہ دیتے وہ اس بات کو واضح کرنے کیلئے کافی ہیں کہ مرد و عورت کا یہ بندھن خالص منشاءِ ربانی کے مطابق ہے اور مسلمان جوڑے اسے محض ذریعۂ عیش و نشاط کے طور پر برپا نہیں کرتے بلکہ نکاح ایک نہایت اہم معاہدہ کی حیثیت رکھتا ہے جس کی بنیاد پر خدائی حفاظت میں سفرِ زندگی کے ایک ذمہ دارانہ دور کا آغاز ہوتا ہے۔ مسلمان مرد اور مسلمان عورت میدانِ عمل میں اُترنے سے پہلے ہی اپنی خلقی کمزوریوں کا اعتراف کرتے ہیں اور شادی کے بعد حقوق اللہ اور ایک دوسرے کی ذمہ داریوں اور ادائے حقوق کا خود بھی عہد کرتے ہیں اور اس بارے میں خداوندِ عالم سے مدد بھی مانگتے ہیں۔

جو گھر اسلامی انوار سے روشن ہو

میاں بیوی کی باہمی اُلفت خدا کی نشانیوں میں سے ہے۔ ان کی ایک دوسرے سے محبت و یگانگت ہی گھریلو امن و راحت کی بنیاد اور اساس ہے۔ ازدواجی تعلق میں ربّ تعالیٰ نے بیشمار حکمت و مصلحت رکھی ہے جو محتاجِ بیان نہیں۔ قلبی سکون و اطمینان معاشرتی خوشگواری اور اولاد کی سنجیدہ ماحول میں بہتر سے بہتر داشت و پرداخت کیلئے زوجین کا ہر لحاظ سے مستعد اور حق شناس ہونا کتنا ضروری ہے یہ بتانے کی بات نہیں۔ ایک خوشگوار اور پاکیزہ خاندان معاشرہ کے کن کن پہلوؤں پر اثر انداز ہوتا ہے اور اس کے ذریعہ حسنات و برکات کے کتنے دروازے کھلتے ہیں اس کا اندازہ اسلامی اصول معاشرت کی پابند سوسائٹی میں رہ کر ہی ہوسکتا ہے۔ اس کے برخلاف محض جسمانی لذت اندوزی اور تسکین جنسی کی بنیاد پر قائم کردہ مرد اور عورت کے تعلقات جسے قرآن نے مسافحین اور مسافحات (النساء:۲۴،۲۵) سے تعبیر کیا ہے۔ نسل انسانی کو تباہی و بربادی کے قعرِ مذلت اور اُخروی ذِلت و ندامت اور خسران و عذاب کی راہ پر لگانے کے سوا کچھ نہیں۔

بیوی کے حق میں شوہر کی ذمہ داریاں

اسلام اپنے پیروؤں کو خانگی اُمور میں بھی خدائی ہدایات کی روشنی عطا کرتا ہے۔ مردوں کو انکی ذمہ داریاں اور حسن اخلاق سکھاتا ہے اور عورتوں کو ان کی مسئولیات اور تہذیب سے نوازتا ہے۔ مردوں کو معاشرتی تعلیم دیتے ہوئے ربّ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وعاشروهن بالمعروف فان كرهتموهن فعسىٰ ان تكرهوا شيئا ويجعل الله فيه خيرا كثيرا

اور زندگی بسر کرو اپنی بیویوں کے ساتھ عمدگی سے۔ پھر اگر نہ پسند کرو انہیں تو صبر کرو

شاید تم ناپسند کرو کسی چیز کو اور رکھ دی ہو اللہ تعالیٰ نے اس میں (تمہارے لئے) خیر کثیر۔ (النساء ۱۹:)

☆ ایک صحابی (حضرت معاویہ) نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا، بیوی کا اس کے شوہر پر کیا حق ہے؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اس کا حق یہ ہے کہ جب تو کھائے تو اُسے کھلائے اور جب تو پہنے تو اُسے پہنائے اور اس کے چہرے پر نہ مارے اور اس کو بد دعا نہ دے۔ اگر اس سے ترکِ تعلق کرے تو صرف گھر میں کرے۔ (ابوداؤد، معاویہ)

☆ مومن شوہر اپنی مومنہ بیوی سے نفرت نہ کرے۔ اگر اُسے اس کی ایک عادت اچھی نہیں لگتی تو دوسری اور عادتیں پسند آئیں گی۔ (مسلم، ابوہریرہ)

☆ لوگو! سنو! عورتوں کیساتھ بہتر سلوک کرنا اس لئے کہ وہ تمہارے پاس بمنزلہ قیدی ہیں۔ ان کیساتھ سختی صرف اس صورت میں روا ہے جب ان کی طرف سے کھلی نافرمانی ظاہر ہو۔ اگر وہ ایسا کریں تو ان کے ساتھ ان کی خوابگاہوں میں قطع تعلق کرلو اور ان کو اتنا ہی مار سکتے ہو جو سخت و شدید زخم کرنے والی (مار) نہ ہو۔ پھر اگر وہ تمہارا کہنا مانیں تو ان کو ستانے کیلئے راستہ نہ ڈھونڈو۔ سنو! کچھ حقوق تمہاری بیویوں کے تم پر ہیں اور کچھ تمہارے حقوق ان پر ہیں۔ تمہارا حق ان پر یہ ہے کہ تمہارا فرش ایسے لوگوں سے نہ روندوائیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو اور تمہارے گھروں میں ایسے لوگوں کو آنے کی اجازت نہ دیں جنہیں تم ناپسند کرتے ہو۔ سنو! اور اُن کا حق تم پر یہ ہے کہ تم ان کو اچھی طرح کھانا اور کپڑا دو۔ (خطبہ حجۃ الوداع، ترمذی عن عمر بن احوص)

☆ جب آدمی اپنے گھر والوں پر آخرت میں اجر پانے کی نیت سے خرچ کرتا ہے تو یہ اس کیلئے صدقہ بنتا ہے۔ (صحیحین، ابومسعود بدری)

☆ مسلمانوں میں اس آدمی کا ایمان زیادہ کامل ہے جس کا اخلاقی برتاؤ اچھا ہو اور اپنی بیوی کے ساتھ جس کا رویہ لطف و محبت کا ہو۔ (ترمذی، عائشہ)

☆ تم لوگوں میں اچھے، زیادہ حامل خیر وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے حق میں زیادہ اچھے ہیں۔ (ترمذی، ابوہریرہ)

☆ تم لوگوں میں وہ آدمی زیادہ بھلا ہے جو اپنی بیوی کے حق میں اچھا ہو اور میں اپنی بیویوں کیلئے بہت اچھا ہوں۔ (ترمذی، عائشہ)

☆ میں تمہیں عورتوں کے بارے میں بھلائی کی وصیت فرماتا ہوں۔ تم میری اس وصیت کو قبول کرو۔ وہ پسلی سے پیدا کی گئیں اور پسلیوں میں سب سے زیادہ ٹیڑھی اوپر والی ہے۔ اگر تو اُسے سیدھا کرنے لگے تو توڑ ڈالے گا اور اگر ایسی ہی رہنے دے تو ٹیڑھی ہی رہ جائے گی۔ (صحیحین، ابوہریرہ)

☆ (مسلم کی دوسری روایت میں ہے) عورت پسلی سے پیدا کی گی ہے وہ تیرے لئے کبھی سیدھی نہیں ہوسکتی۔ اگر تو اس سے حسن معاشرت چاہتا ہے تو اسی حال میں گزر بسر کر اور اگر سیدھا کرنا چاہے گا تو توڑ دے گا اور توڑنا طلاق دینا ہے۔

☆ اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، میں ایک سفر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ تھی تو پیدل دوڑ میں ہمارا مقابلہ ہوا تو میں جیت گئی اور آگے نکل گئی۔ اس کے بعد جب میرا جسم کچھ وزنی ہوگیا تو (اس زمانے میں بھی ایک بار) ہمارا دوڑ میں مقابلہ ہوا۔ اس بار حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیت گئے اور آگے نکل گئے۔ اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ تمہاری اس جیت کا جواب ہوگیا۔ (سنن ابی داؤد، عائشہ)

☆ مالک بن حویرث کہتے ہیں کہ ہم چند نوجوان خدمتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حصولِ دین کی غرض سے بیس روز رہے جب آپ نے محسوس فرمایا کہ ہم گھر جانا چاہتے ہیں تو فرمایا، اپنے اہل وعیال کی طرف جاؤ، ان میں رہو، ان کو دین کی باتیں سکھاؤ اور ان پر عمل کا حکم دو۔ (بخاری، مالک بن الحویرث)

☆ سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل کوفہ کو فرمان لکھا کہ اپنی بیویوں کو سورۂ نور سکھاؤ۔ (تفسیر قرطبی، ج ۱۲ص ۱۵۸)

نیک بیوی دنیا کی عظیم ترین نعمت ہے۔ مسلمانوں کو بیویوں کے حقوق کی رعایت کا پابند کیا گیا ہے اور ان کی ضروریات ومطالبات (جو شرعی حدود کے اندر ہوں) کا ذمہ دار بنایا گیا ہے۔ اخلاق ومروت، صبر وتحمل، داد ودہش، ہمدردی وغمگساری اور حتی الامکان اچھی خوراک، اچھے لباس اور سامانِ آرائش وزینت کے سب سے زیادہ حقدار بیوی بچے ہی ہیں۔ مرد پر ماں باپ کے بعد سب سے بڑا حق بیوی بچوں کا قرار دیا گیا ہے۔

امام غزالی علیہ الرحمۃ نے احیاء علوم الدین میں آدابِ معاشرت اور ان اُمور کا جو زوجین کے تعلقات کی بہتری کیلئے ضروری ہیں تفصیلاً ذکر کیا ہے۔ اس باب میں شوہر کیلئے کچھ امور میں اعتدال اور ادب کا لحاظ رکھنا لازمی قرار دیا ہے اور ہر ایک کو قرآن وحدیث کے دلائل سے مزین فرمایا ہے۔

(۱) آداب ولیمہ

دعوتِ ولیمہ سنت ہے۔ خود سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا تو خرما اور ستّو سے دعوتِ ولیمہ کی۔ مشہور صحابیٔ رسول حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان پر زردی کا نشان دیکھا۔ تو پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ وہ عرض گزار ہوئے کہ میں نے ایک عورت سے نکاح کیا ہے اور کھجور کی گٹھلی برابر سونا مقرر کیا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، خدا تجھے مبارک کرے، ولیمہ کرو خواہ ایک ہی بکری کیوں نہ ہو۔

(۲) حُسنِ معاشرت

سفرِ زندگی میں ہموار ہونا ہر قسم کے مراحل آتے ہیں۔ اس وقت زوجین کی ذمہ داری ہے کہ ایک دوسرے کا لحاظ قائم رکھیں۔ مرد کو چاہئے کہ بات بات پر ڈانٹنے، جھڑکنے اور زدوکوب ہی کا سلسلہ شروع نہ کرے۔ بلکہ گزربسر کی سنجیدہ راہ چلے۔ اگر بیوی کی کسی بات کو ناپسند کرے تو اس پر صبر اور تحمل کا ثبوت دے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات سے بھی کبھی خوشگوار بات ہو جاتی تھی اور رسولِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صبر و حلم سے درگزر فرما دیا کرتے تھے۔ امام غزالی علیہ الرحمۃ نے حدیث نقل کی ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنی بیوی کی بدخلقی پر صبر کرے اُسے صبرِ ایوب علیہ السلام کا ثواب عطا ہوگا اور جو عورت خاوند کی بدمزاجی پر صبر کرے گی اُسے آسیہ زوجۂ فرعون کا ثواب ملے گا۔ رسولِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرماتے ہیں، تمہاری رضامندی اور خفگی کو میں جان لیتا ہوں۔ پوچھا کیسے؟ فرمایا، جب تم راضی ہوتی ہو تو کہتی ہو قسم ہے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے خدا کی۔ اور جب ناخوش رہتی ہو تو کہتی ہو قسم ہے ابراہیم (علیہ السلام) کے خدا کی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا، آپ بجا فرماتے ہیں۔ واللہ میں حالتِ غضب میں فقط آپ کا نام ترک کرتی ہوں۔

گویا بیوی کی خفگی اور ناراضگی پر صبر کی تعلیم خود معلمِ انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دی ہے۔

(۳) خوش کلامی اور مزاح

رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی بے مثال عظمت وجلالت کے باوجود اُمہات المؤمنین کے ساتھ ان کی عقل اور مزاج کے مطابق اچھے برتاؤ فرمایا کرتے تھے۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ آپ کا دوڑ لگانا اس کا ثبوت ہے۔ اسی طرح دروازہ کے کواڑ کے پاس خود کھڑے ہوکر اپنی آڑ میں اُم المؤمنین کو حبشہ کے کرتب دِکھانے والوں کے کرتب دکھانا بھی احادیث میں آیا ہے۔ حضرت لقمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے عاقل کو چاہئے کہ اپنے گھر میں بچے کی طرح اور قوم میں شانِ مردانہ کیساتھ رہے۔ سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مرد کو اپنے گھر میں بچے کی طرح رہنا چاہئے اور جب اس سے مطالبہ ہو تو مرد ہوجائے۔ اپنی رفیقۂ زندگی کے ساتھ بیجا سخت گیری، تندخوئی اور متکبرانہ رویّہ پُر سکون خانگی ماحول کو غارت کردیتا ہے۔ گھر والوں کے ساتھ ہنسی خوشی کے ساتھ رہنا بھی اسلامی معاشرت کا مطالبہ ہے۔

(٤) تدبیر و حکمت

اہل خانہ کے ساتھ خوش خلقی اور اخلاق مندی اس حد تک ہونی چاہئے کہ وقار و ہیبت قائم رہے۔ نہ یہ کہ زن مُرید بن کر بیوی کے اِشاروں ہی پر ناچتا رہے۔ یہ نہایت اہم ہدایت ہے۔ دورِ حاضر کے نوجوانوں بالخصوص جس سے ناواقف ہوتے ہیں اور نتیجتاً اپنے دیگر واجبات سے انحراف کرتے ہیں۔ معاشرتی زندگی میں بیوی کیساتھ پیار ومحبت، لطف ومروت اس اعتدال کیساتھ ہو کہ شریعت ومروت کے خلاف امور پر خفگی اور غضب کا اظہار بھی ہوتا رہے۔

امام حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، جو شخص اپنی زوجہ کا اتنا تابعدار ہوجائے کہ وہ جو چاہے وہی کرے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو دوزخ میں اوندھا گراوے گا۔ جو شخص جورو کا غلام ہوگیا وہ ہلاکت میں چلا گیا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تو بیوی اس کی ملک اور نگرانی میں دی تھی اور اس نے اپنی بدعقلی سے خود کو بیوی کی غلامی میں دے دیا۔ اسلام نے شوہر کو سیّد اور آقا قرار دیا ہے۔ امام شافعی علیہ الرحمۃ کے فرمودات میں ہے کہ عورت کے ساتھ محض عزت اور نرمی کا برتاؤ کرنے والا بالآخر اس کے ہاتھوں ذلیل ہوجاتا ہے۔ حضرت لقمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نصائح میں یہ بات بھی تھی، بیٹے! بری عورت سے بچنا کہ وہ تجھے وقت سے پہلے بوڑھا کردے گی اور شریر عورتوں سے کنارہ کش رہنا کہ وہ کبھی تجھ سے کسی نیک کام کی فرمائش نہیں کریں گی اور نیک بخت عورت کے حق میں خدا سے ڈرتے رہنا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بری عورت کو ایک بلا فرمایا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بری عورت کی خاصیت بیان کی کہ جب مرد اس کے پاس جائے تو بدزبانی کرے، گالی دے اور جب موجود نہ ہو تو خیانت کرے۔

امام غزالی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں، عورت میں دو چیزیں ہوتی ہیں۔ ایک برائی دوسری کمزوری۔ اس کی برائی کا علاج تدبیر وحکمت اور زجر وتوبیخ ہے اور کمزوری کا علاج دل بستگی اور رحم ہے۔ ہر آدمی کو عورت کی خصلتوں کے لحاظ سے اس کے ساتھ رویہ رکھنا چاہئے۔ لطف ومروت، پیار ومحبت کے ساتھ درشت کلامی اور نصیحت کا کملح فی الطعام کی حیثیت رکھتا ہے۔

(۵) غیرت میں اعتدال

بیوی کے تعلقات کے مابین ایک طرف جن امور میں خرابی کا اندیشہ نظر آئے اس سے مرد کو غافل نہیں ہونا چاہیے۔ دوسری طرف بدگمانی اور عورت کے پوشیدہ معاملات کی زیادہ کرید نہیں کرنی چاہیے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورت کے خفیہ اُمور کے درپے ہونے نیز سفر وغیرہ سے آکر ان کے پاس اچانک چلے جانے سے منع فرمایا ہے۔ مولائے کائنات علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، بیوی سے زیادہ شرم و حیاء نہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہاری اسی غیرت سے وہ بدظن ہوجائے۔ اگرچہ غیرت اپنے موقع ومحل پر اچھی چیز ہے۔ واقعہ معراج بیان فرماتے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ یہ محل حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیان کرنے کے بعد فرمایا، میں نے اس میں داخل ہونا چاہا مگر اے عمر! مجھے تمہاری غیرت یاد آئی۔ امام حسن بصری علیہ الرحمۃ نصیحت فرماتے، کیا تم اپنی عورتوں کو چھوڑ دیتے ہو کہ بازاروں میں کفار کے جسم سے مس کرتی ہوئی چلیں۔ بے غیرت انسانوں کا خدا برے کرے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، میں غیرت مند ہوں اور جو بے غیرت ہو اس کا دل اندھا ہوتا ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی شہزادی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے پوچھا، عورت کیلئے کون سی چیز بہتر ہے؟ انہوں نے عرض کیا بہتر یہ ہے کہ وہ نہ کسی مرد کو دیکھے' نہ کوئی مرد اُسے دیکھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں محبت میں گلے سے لگالیا اور فرمایا، کیوں نہ ہو کس باپ کی بیٹی ہے۔

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیوی کو دیکھا کہ انہوں نے ایک سیب میں سے کچھ حصہ کھا کر بقیہ غلام کو دے دیا۔ اس پر انہوں نے اہلیہ کو زجر فرمایا۔ یوں ہی اپنی خاتونِ خانہ کو گھر کے روشن دان سے جھانکتے ہوئے دیکھا تو توبیخ کی اور سزا دی۔ آقا و مولا نے فرمایا، بیویوں کو گھر میں رہنے کی عادت دِلاؤ۔ عورتیں اگر لازمی ضرورتوں سے گھر کے باہر جائیں بھی تو شوہروں کی اجازت سے جائیں۔ سادہ لباس نقاب وغیرہ کا اہتمام کر کے جائیں۔ راستوں میں نگاہیں نیچی رکھیں۔ سرِ راہ کسی سے باتیں نہ کرنے لگیں، جلد لوٹنے کی فکر کریں۔

(٦) نفقہ میں اعتدال

نہ اتنی سخاوت کہ اسراف میں داخل ہوجائے اور نہ اتنی تنگی کہ بخل شمار ہو۔ ارشادِ ربّ ہے:

ترجمہ: کھاؤ اور پیو اور فضول خرچی نہ کرو۔ (اعراف:٣١)

ترجمہ: اور نہ بنالو اپنے ہاتھ کو بندھا ہوا اپنی گردن کے اِردگرد اور نہ ہی اس کو بالکل کشادہ کردو۔ (اسراء:٢٩)

اہل وعیال پر خرچ ہونے والا مال اور دولت بھی موجبِ اجر وثواب ہے۔ فرمانِ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے، ایک وہ دِینار جسے تونے جہاد میں خرچ کیا' ایک وہ جسے غلام آزاد کرنے میں خرچ کیا' ایک وہ جسے کسی مسکین پر صدقہ کیا اور ایک وہ جسے نے تونے اپنے اہل (بیوی بچوں) پر خرچ کیا۔ ان میں سب سے زیادہ ثواب اس دِینار کا ہوگا جو اہل وعیال پر خرچ ہوا۔ (مسلم، ابوہریرۃ)

سیّدنا علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چار صاحبزادیاں تھیں۔ آپ ان میں سے ہر ایک کیلئے ہر چار روز میں ایک دِرہم کا گوشت خرید دیا کرتے تھے۔ ابن سیرین فرماتے ہیں، چاہئے کہ (وسعت ہوتو) ہر ہفتہ گھر والوں کیلئے فالودہ (یا موجودہ دور میں حلوہ یا کوئی بھی میٹھی غذا) کا انتظام کردیا کرے۔ مرد کو چاہئے کہ بیوی کو حکم دے کہ بچا ہوا کھانا خیرات کردیا کرے اگرچہ یہ ادنیٰ خیرات ہے۔ عورت اس قسم کی خیرات اجازت کے بغیر بھی کرسکتی ہے۔ مسلمان شوہر کو اپنے اہل وعیال کی پرورش حلال مال سے کرنی چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ اپنی بیوی اور بچوں کی ناروا خواہشات کی تکمیل میں حلال وحرام کا فرق فراموش کرکے معصیت میں جا پہنچے۔

(٧) مرد کی ذمہ داریاں

مرد کی ذمہ داریوں میں یہ بھی ہے کہ ان ایام اور حالات کے مسائل سیکھ لے جن میں بیوی کی صحبت سے احتراز ضروری ہے۔ بیوی اگر روزہ، نماز اور طہارت وغیرہ کے مسائل واحکام سے ناواقف ہوتو اُسے ان چیزوں کی تعلیم دینا بھی شوہر کا ذمہ ہے۔ ارشادِ ربّ العالمین ہے: قوا انفسکم واھلیکم نارا خود کو اور اپنے اہل کو نارِ جہنم سے بچاؤ۔ اس سے پتا چلا کہ شوہر کو اپنی زوجہ کی دینی نگہداشت، اعمالِ حسنہ کی ترغیب اور برائیوں سے اجتناب کرانا بھی ضروری ہے۔ اگر شوہر خود اتنا علم نہیں رکھتا تو اس کا انتظام کرے۔

(٨) مساوات اور برابری

اگر مرد کئی بیویاں رکھتا ہوتو چاہئے کہ ان میں عدل کا برتاؤ کرے۔ یہ نہ ہو کہ ایک کی طرف زیادہ مائل ہوکر دوسری کی حق تلفی کرے۔ سفر میں جانا ہوتو قرعہ اندازی کرکے جس کا نام نکلے اُسے ہمراہ لے جائے یا باری مقرر کرے۔ شب باشی کیلئے باری متعین کرے۔ بیویوں کے درمیان ناانصافی اور عدمِ مساوات کرنے والا قیامت کے دن اس حالت میں اُٹھایا جائے گا کہ اس کا نصف بدن ایک طرف کو جھکا ہوگا۔ داد ودہش، لباس وخوراک اور رہائش سے ہر شے میں برابری کا برتاؤ ہونا چاہئے۔

(۹) مصالحت

خدانخواستہ اگر زوجین میں کبھی ایسا اختلاف واقع ہوجائے کہ کسی کو درمیان میں لائے بغیر چارۂ کار نہ ہو۔ تو ایک باتدبیر، متدین شخص پنچ کی حیثیت سے شوہر کے خاندان سے اور ایسا ہی ایک شخص بیوی کے خاندان سے مل کر زوجین میں صلح کروادیں۔

اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

ان یریدا اصلاحا یوفق اللہ بینھما (النساء:۳۴)

اگر وہ دونوں پنچ صلح کرانے کا ارادہ کریں گے تو اللہ تعالٰی میاں بیوی کے درمیان موافقت پیدا کردے گا۔

اس بارے میں پنچوں کو حق وانصاف سے پہلے اس بات کا جائزہ لینا ضروری ہے کہ دونوں میں غلطی جس کی بھی ہو اس کی اصلاح پر توجہ دیں۔ عورت اگر نماز نہ پڑھتی ہو تو شوہر اس سے اس بات پر زبردستی اور سختی کرسکتا ہے۔ یونہی تمام لازمی دینی اُمور ہیں۔

(۱۰) آداب صحبت

حیاء مسلمان کا زیور ہے اور اُسے کسی حال میں جدا نہ ہونا چاہئے۔ بیوی سے ہمبستری کرتے وقت بھی اسلام باحیاء تعلیم فرماتا ہے۔ مستحب ہے کہ صحبت بسم اللہ سے شروع کرے اور یہ دعا پڑھا۔

اَللّٰھُمَّ اجْنُبْنِی الشَّیْطٰنَ وَجَنِّبِ الشَّیْطٰنَ مَا رَزَقْتَنَا

بعض بزرگوں نے انزال کے بعد دل میں یہ پڑھ لینے کو بھی لکھا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَہٗ نَسَبًا وَّصِھْرًا (الفرقان:۵۴)

صحبت کے دوران جسم پر چادر وغیرہ ضرور ہونی چاہئے اور صحبت سے پہلے ملاعبت کا بھی حدیثِ پاک میں حکم آیا ہے۔ اپنی طمانیتِ خاطر کے ساتھ بیوی کے اطمینان کا بھی لحاظ کرنا آدابِ صحبت میں داخل ہے۔ بعض علماء نے شبِ جمعہ میں صحبت کو مستحب فرمایا ہے۔ نکاح کے بعد عورت کی عفت و پاکیزگی کا نگہبان شوہر ہوتا ہے۔ اس لئے صحبت میں اپنی طلب کے ساتھ اس کی خواہش کا احترام بھی ضروری ہے۔ ایام حیض وغیرہ میں جن میں صحبت ناجائز ہے' کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں صحبت سے اگر اولاد ہوئی تو اس کو جُذام کا مرض ہوسکتا ہے۔

صحبت سے فارِغ ہو کر پیشاب کرلینا اور اعضاء کو دھولینا، وضو کرلینا اچھا ہے۔ بہتر ہے کہ غسل جنابت سے جلد از جلد فارغ ہولے۔ جنابت کی حالت میں بال اور ناخن وغیرہ نہیں کٹوانا چاہئے۔

(۱۱) گیارھواں ادب یہ ہے کہ صرف لڑکے کی پیدائش پر خوشی اور لڑکی کی وِلادت پر اظہارِ رنج نہ کیا جائے۔ اولاد کے ہونے پر داہنے کان میں اذان اور بائیں میں اِقامت کہے، اچھا نام رکھے، عقیقہ کرے، بولنا شروع کرے تو پہلے لا الٰہ الا اللہ سکھائے، اچھی تعلیم وتربیت دے وغیرہ وغیرہ۔

(۱۲) بارھواں ادب یہ ہے کہ اگر زوجین میں موافقت کی کوئی شکل باقی نہ رہ جائے اور علیحدگی ناگزیر ہو جائے تو شریعت کے مطابق ایامِ طہر میں ایک ایک طلاق دے۔ اگر بیوی اطاعت شعار ہو تو بلاوجہ اُسے ایذاء دینے کیلئے طلاق کا قصد نہ کرے۔ کیونکہ طلاق بوقتِ ضرورت مباح ضرور ہے، مگر ایسا ناپسندیدہ مباح ہے جس کا اگر کوئی شوہر غلط استعمال کرتا ہے تو خدا کا عرش کانپ جاتا ہے۔ ارشادِ ربّ العالمین ہے:

فان اطعنکم فلا تبغوا علیھن سبیلا (النساء:۳۴)

پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرنے لگیں تو اُن پر ظلم کی راہ نہ تلاش کرو۔

طلاق دینے سے پہلے اپنی حالت اور کیفیت کا بھی اچھی طرح جائزہ لے لے۔ ایسا نہ ہو کہ کسی جذبہ سے متاثر ہو کر طلاق تو دیدی اور پھر بے قرار اتنی بڑھے کہ حلالہ کرنا پڑے۔ مذکورہ بالا تمام اُمور مردوں سے متعلق ہیں، جو شوہری ذمہ داریوں سے اسلامی اصولوں کے مطابق عہدہ برآ ہونا چاہتے ہیں۔ ان کو چاہیئے کہ ان آداب کو ملحوظ رکھیں تا کہ گھر جنت کا نمونہ اور اہلِ خانہ صالحیت، نیکی اور پرہیزگاری کی مثال بن سکیں۔

شوہر کے حق میں بیوی کی ذمہ داریاں

جس طرح ایک نئے خاندان کی تشکیل میں شوہر پر متعدد ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں' اسی طرح بیوی پر بھی بہت سے اُمور لازم ہوتے ہیں۔ اسلام نے زن وشوہر دونوں کی قانون، اخلاق اور تہذیب سے رہنمائی کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر شادی شدہ جوڑا اگر اپنی اپنی حیثیت اور مسئولیت سے واقف ہوجائے اور شوہر، بیوی دونوں اپنے گراں قدر منصب اور اس کی بحسن وخوبی ادائیگی کے دنیوی واُخروی فوائد سے آشنا ہوجائیں تو بیشتر خانگی تنازعہ کا خاتمہ ہوجائے۔

عورت کسی مرد کی زوجیت میں آتی ہے تو گویا خدا و رسول کی اطاعت کے بعد اس مرد کی اطاعت کا ذمہ قبول کرتی ہے۔ جس طرح مرد نکاح کے ذریعہ اس عورت کا والی ونگراں بنتا ہے اور اس کی ہمہ جہتی ضروریات کی کفالت قبول کرتا ہے۔ آیئے پہلے اس سلسلہ میں ارشاداتِ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روشنی حاصل کریں۔

☆ عورت جب کہ وہ پانچوں وقت کی نماز پڑھے، رمضان کے روزے رکھے اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو وہ جنت کے دروازوں میں سے جس دروازے سے چاہے داخل ہو۔ (مشکوٰۃ،عن انس)

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کون سی بیوی سب سے بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ بیوی جو اپنے شوہر کو خوش کرے جب وہ اس کی جانب دیکھے۔ اطاعت کرے' جب وہ اسے حکم دے اور اپنے اور اپنے مال کے بارے میں ایسا رویہ اختیار نہ کرے جو شوہر کو ناپسند ہو۔ (نسائی عن ابی ہریرہ)

☆ حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیساتھ سفر میں تھے کہ آیت والذین یکنزون الذھب والفضۃ الخ نازل ہوئی تو ہم میں سے بعض نے کہا کہ سونا چاندی جمع کرنے کے بارے میں تو یہ آیت اُتری۔ جس سے معلوم ہوا کہ اس کا جمع کرنا پسندیدہ نہیں ہے۔ اگر ہمیں پتا ہوجائے کہ کیا جمع کرنا بہتر ہے تو اُسے جمع کرنے کی سوچیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سب سے بہتر ذخیرہ خدا کو یاد کرنے والی زبان، شکرِ الٰہی کے جذبہ سے معمور دل اور نیک بیوی ہے جو دین کی راہ طے کرنے میں شوہر کی معاون بنتی ہے۔ (ترمذی،ثوبان)

حضرت اسماء بنت یزید فرماتی ہیں، میں اپنی ہم عمر لڑکیوں میں بیٹھی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہاں سے گزر ہوا۔ آپ نے ہمیں سلام کیا اور فرمایا، تم اچھا سلوک کرنے والے شوہروں کی ناشکری سے بچو! پھر فرمایا تم عورتوں میں سے کسی کا یہ حال ہوتا ہے کہ اپنے والدین کے گھر عرصۂ دراز تک کنواری بیٹھی رہتی ہے پھر اللہ تعالیٰ اُسے شوہر دیتا ہے اور اس سے اولاد ہوتی ہے پھر وہ کسی بات پر غصہ ہوتی ہے تو شوہر سے یوں کہتی ہے مجھ کو تجھ سے کوئی آرام نہیں ملا۔ تو نے میرے ساتھ کوئی احسان نہیں کیا۔

(الادب المفرد)

☆ عورت پر سب سے بڑا حق اس کے شوہر کا ہے اور مرد پر سب سے بڑا حق اس کی ماں کا ہے۔ (مستدرک حاکم، عائشہ)

☆ اگر میں کسی کو کسی مخلوق کے سجدے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ (ترمذی، ابوہریرہ)

☆ جو عورت اس حالت میں دنیا سے جائے کہ اس کا شوہر راضی اور خوش ہو وہ جنت میں جائے گی۔

خلافِ شرع امور کے علاوہ بیوی کو ہر بات میں شوہر کی اطاعت و فرمانبرداری واجب ہے۔ امام غزالی علیہ الرحمۃ واقعہ نقل کرتے ہیں کہ دورِ نبوی میں ایک شخص سفر میں گیا ہوا تھا اور بیوی کو حکم دیا تھا کہ میری عدم موجودگی میں بالا خانے سے نیچے نہ اُترنا۔ اسی اثناء میں اس عورت کا باپ سخت بیمار ہوا۔ عورت نے خدمتِ نبوی میں بالا خانے سے اُتر کر باپ کے گھر جانے کی اجازت منگوائی حضور نے فرمایا اپنے خاوند کی اطاعت کر۔ پھر خبر ملی کہ اس کے باپ کا انتقال ہوگیا۔ اس نے جانے کی اجازت چاہی۔ فرمایا شوہر کی اطاعت کر۔ الغرض باپ کی جہیز و تکفین بھی ہوگئیں مگر وہ شوہر کی اطاعت کے خلاف مکان سے باہر نہیں گئی۔ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہلایا کہ تو نے جو اپنے شوہر کی اطاعت کی اس کی وجہ سے تیرے باپ کو ربّ تعالیٰ نے بخش دیا۔

(احیاء علوم الدین، الغزالی)

امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت بیان فرماتے ہیں، ایک جوان عورت خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئی۔ عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں جوان ہوں، لوگ مجھے عقد کا پیغام دیتے ہیں اور مجھے شادی کرنا پسند نہیں۔ آپ فرمائیں کہ عورت پر شوہر کا کیا حق ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا، اگر بالفرض شوہر کے سر سے پاؤں تک مواد ار پیپ ہو اور عورت اُسے چاٹے، پھر بھی اس کا شکر یہ ادا نہ کر پائے گی۔ اس نے عرض کیا کیا میں نکاح کرلوں؟ فرمایا، نکاح کرنا بہتر ہے۔ اسی طرح قبیلہ خثعم کی ایک عورت کا واقعہ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے نقل کرتے ہیں۔

عورت نے خدمتِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں آکر عرض کی، ابھی میری شادی نہیں ہوئی ہے، میں نکاح کرنا چاہتی ہوں۔ آپ بتائیں کہ شوہر کا حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا، شوہر کا ایک حق یہ ہے کہ اگر وہ اونٹ کی پشت پر بھی حاجت کیلئے طلب کرے تو اس سے انکار نہ کرے۔ ایک حق یہ بھی ہے کہ اس کے گھر کی کوئی شے بغیر اجازت کسی کو نہ دے اور اگر دیگی تو بھوکی پیاسی رہے گی مگر روزہ قبول نہ ہوگا اور اگر اپنے گھر سے شوہر کی اجازت کے بغیر نکلے گی تو جب تک گھر لوٹ کر اپنے اس فعل سے توبہ نہ کرے گی، فرشتے اس پر لعنت کرتے رہیں گے۔

عورت کا مطلب ہی چھپائی جانے والی چیز ہوتا ہے۔ اس لئے اس کیلئے سب سے زیادہ پُر امن جگہ گھر کی چار دیواری ہے۔
قرآن مجید کا ارشاد ہے:

وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولىٰ (الاحزاب:۳۳)

اور ٹھہری رہو اپنے گھر میں، اپنی آرائش کی نمائش نہ کرو، جیسے سابق دورِ جاہلیت میں رواج تھا۔

اس لئے عورت کی نماز گھر کی اندرونی کوٹھری میں باہری حصہ مکان اور آنگن کی بہ نسبت زیادہ مقبول و مستجاب قرار دی گئی ہے۔

حضرت اسماء بنتِ خارجہ فزاری جب اپنی بیٹی کو نکاح کے بعد گھر سے رُخصت کرنے لگیں تو اُسے اس طرح نصیحت کی اور اُسے شوہر کے ادب و احترام کا سبق سکھایا۔ فرمایا، بیٹی! جس گھر میں تو پیدا ہوئی تھی اب یہاں سے تو نکل رہی ہے۔ اب تجھے ایسے بستر پر جانا ہے جس سے تو واقف نہیں تھی۔ اب تجھے ایسے آدمی کے پاس رہنا ہے جس سے پہلے تیرا کوئی تعلق نہیں تھا۔ سن! اگر تو اس کی سچی کنیز بن کر رہے گی، تو وہ بھی تیرے غلام کی طرح رہے گا۔ اپنی طرف سے اس کے پاس نہ جانا کہ تجھ سے نفرت کرنے لگے اور نہ اس سے دور دور رہنا کہ تجھے فراموش کر دے بلکہ وہ تیرے پاس ہو تو اس کے قریب ہونا اور اگر علیحدہ رہے تو دُور رہنا۔ اس کی ناک اور کان اور آنکھ کا لحاظ رکھنا کہ اس کی ناک کو تجھ سے خوشبو، اس کے کان کو خوش گفتاری اور اس کی آنکھ کو تجھ میں کشش اور اچھی بات ہی ملتی رہے۔

نیک بیوی کی دنیا اس کا شوہر اور اس کا گھر بار بال بچے ہی ہوتے ہیں۔ شوہر کی عزت و آبرو، مال و دولت کی حفاظت و صیانت اچھی بیوی کی نشانی ہے۔ حیادار عورت کی آواز اور اس کا جسم شوہر کا دوست یا کوئی اجنبی پہچانے اس سے بچنا چاہئے۔ اگر بدرجہ مجبوری گھر سے باہر جانا ناگزیر ہو تو سادے اور غیر اہم کپڑوں میں ڈھک چھپ کر جائے۔ راستے میں رُک کر کسی سے بات نہ کرے ہر حال میں شوہر کو اپنے تمام رشتہ داروں پر مقدم رکھے۔ اس کی برائی سے زبان آلودہ نہ کرے۔ شوہر کے رازوں کو قیمتی امانت سمجھے۔ نماز، روزے، تلاوت اور وظائف واَوراد میں دل لگائے اور اپنے ساتھ شوہر کے حق میں بھی دعائے خیر کرے۔

ملت کی پاکباز بیٹیوں سے فقیر بدر القادری عرض گزار ہے ؎

تو قدر کر، مری دختر! اس اپنے شوہر کی — جو تیری عفت و عصمت کا پاسباز بنا
تو عصرِ نو کی خواتین پر نہ شیدا ہو — مثلِ بتول کوئی حیدر سا خاندان بنا

ان ہدایات کی روشنی میں اسلام وہ صالح معاشرہ تشکیل دینا چاہتا ہے
جو ہر خدا دشمن سوسائٹی کے بالمقابل خدائی دیوار بن کر کھڑا ہو سکے۔

شادی

﴿محمد احمد مصباحی ...... استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامدا و مصلیا

اس عالم رنگ و بو میں مہ و خورشید کی درخشانی، دریاؤں کی روانی، موجوں کی طغیانی، ستاروں کی تابانی، سیاروں کی گردش، نسلوں کی افزائش، اکتشاف و تحقیق کی کوشش، ثقافت و تمدن کے جلوے، کوچہ و بازار کے ہنگامے، کاخ و ایوان کی زندگیاں، کشادہ فضاؤں اور جنگلوں کی نیرنگیاں' سبھی کچھ نگاہوں کے سامنے اپنی حیرت انگیز رفتار کے ساتھ گزرتے رہتے ہیں۔ لیکن کیا یہ سب کچھ صرف بخت و اتفاق کا کرشمہ ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ کائنات میں جو کچھ ہو رہا ہے ایک قادر و توانا ہستی کے برپا کئے ہوئے مسلسل و مربوط نظام کے تحت ہو رہا ہے۔ حسن ازلی نے جب چاہا کہ اس کی پرستش کی جائے، اس کی مدح و ستائش اور حمد و ثنا کے نغمے سنائے جائیں۔ اس کے جلوؤں سے دیدہ و دل آباد ہوں اور اس کے عشق و عرفان سے قلب و روح کا اضطراب و قرار برپا ہو تو اس کائنات کو رنگ ظہور بخشا اور اس میں اپنے جلوؤں کو یوں عام کیا کہ چشم بینا ہو تو دیکھے، گوش شنوا ہو تو سنے، دل قابل ہو تو لطف اندوز ہو۔ پھر ایک وقت تک اس جہان بوقلموں کے قیام اور اس کی انواع گوناگوں کی بقاء کا بھی ایک حکیمانہ نظام کے تحت انتظام فرمایا۔

والسماء بنینٰها باید وانا لموسعون ٥ والارض فرشنها فنعم الماهدون ٥

ومن کل شیٔ خلقنا زوجین لعلکم تذکرون ٥ (ذٰریٰت:۴۹،۵۱)

ترجمہ: اور آسمان کو ہم نے قوتوں سے بنایا اور ہم وسعت دینے والے ہیں اور زمین کو ہم نے فرش بنایا تو ہم کیا خوب بچھانے والے ہیں اور ہر چیز سے ہم نے زوجین (جوڑوں) کو بنایا تا کہ تم دھیان دو۔

وسعت ازدواج

ان آیات کی وسعتِ بیکراں کو اُردو ترجمہ میں منتقل کرنا ممکن نہیں۔ ایک شب ان کے معانی پر غور کرنے کی سعادت ملی تو ایک جہانِ رنگا رنگ نظر آیا۔ گذشتہ دنیا نے ہر چیز سے زوجین کی تخلیق کا مفہوم کچھ اور ہی سمجھا تھا لیکن انکشاف وتحقیق کا دائرہ جوں جوں کشادہ ہوتا جارہا ہے۔ بہت سے قرآنی مفاہیم جن کو مجازات وکنایات کی شکل میں سمجھنے کی کوشش کی گئی تھی ان کے حقیقی معانی منکشف ہوتے چلے جارہے ہیں۔ معروف حیوانات کے دائرہ سے نکل کر اب تک کم از کم نباتات میں رشتۂ ازدواج کا راز عام چکا ہے ان میں نر و مادہ کی صنفوں کا وجود ان میں ہر اک کا دوسری طرف میلان، دونوں کا اختلاط، پھر ان سے ایک نئے وجود کی نمود کا تجزیہ ایک محسوس حقیقت بن چکا ہے جس سے معلوم ہوا کہ بقائے انواع کیلئے یہاں بھی تزاوج وتوالد کا سلسلہ جاری ہے۔ خلاقِ کائنات کی پُر حکمت کارسازیوں کی انتہا نہیں۔ ابھی تک دنیا نے یہ سمجھا ہے کہ حیوانات صرف وہی نہیں جن کو گذشتہ دور کا انسان سمجھتا تھا بلکہ یہ نباتات بھی حیات واحساس کے پُرشور ہنگاموں سے لبریز ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ کل کی تحقیق حیات وموت کا اس سے وسیع دنیا میں سراغ پانے والی ہے۔ یہ زمین جسے ہم جامدِ محض سمجھتے ہیں قرآن حکیم بار باراس کی موت وزیست کی بات کرتا ہے اب تک ہم اسے ایک مجازی تعبیر سے زیادہ نہ سمجھ سکے۔ لیکن غور کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بھی حیات وموت کا اک حقیقی مفہوم کارفرما ہے۔ اِن شاءَاللہ کل کا محقق اس بسط وتفصیل کے ساتھ طشت ازبام کرے گا۔

نوعِ انسانی جو حسن ازل کا نادر انتخاب ہے جسے کسی اور کی زندگی کیلئے نہیں، خاص اپنی بندگی اپنی پرستش اور اپنے فیضانِ عشق کیلئے ملا اعلیٰ میں اعلان عام کے بعد پیدا کیا ہے۔ جو ڈراوٗن کے فلسفہ ارتقاء کے تحت حیوانات کی ترقی یافتہ شکل نہیں بلکہ خاص مستقل طور پر قلمِ قدرت کا نقشِ جمیل ہے۔ اس کی بقا کیلئے بھی ازواج وتناسُل کا عمل پیہم خود خالق فطرت کے نظمِ مسلسل کے تحت جاری ہے۔

ومن آیاتہٖ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیھا وجعل بینک مودۃ ورحمۃ (روم:۳۰)

ترجمہ: اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے تمہاری ہی قسم سے تمہارے جوڑے بنائے تا کہ ان سے تمہیں قرار حاصل ہو اور تمہارے درمیان مہر ومحبت پیدا کردی ہے۔

منافعِ ازدواج

حیوانات وجمادات کی تخلیق تو منافعِ انسانی کیلئے ہوتی ہے۔ وہ انسانی زیست کا سامان بنتی ہے اوراس کے خالق کی ذات اور قدرت وحکمت کی معرفت کاذریعہ بھی فکراورعبرت وبصیرت کامحل بھی۔لیکن انسان توخالق کی بندگی اورزمینِ الٰہی کی ذمہ داری کیلئے منتخب ہوا ہے۔اس لئے اسے عقل ودانش، علم وعمل، دل ودماغ اور جسم وروح کی بے پناہ توانائیوں اور گوناگوں کمالات سے نوازاگیا ہےاب جواس کی بقائے نوع کاانتظام کیا گیا ہے اس میں بلندی وامتیاز، طہارت واختصاص اورشرافت وپاکیزگی کا پوری طرح لحاظ رکھاگیا ہے۔

ایک طرف اسے عقل وتمیز دے کروسیع قوت واختیار سے سرفراز کیا گیا ہے تو دوسری طرف اس کے منصبِ رفیع کے تحفظ کیلئے شہوانی آزادیوں اورحیوانی پستیوں کی سمت بڑھنے سے پابندیاں بھی عائد کی گئی ہیں۔

وہ انسانیت اورشرفِ آدمیت کے دشمن ہیں جوخلافتِ الٰہیہ اورامانتِ ربانیہ کی حیثیت سے ناآشنابن کرانسان کوپست حیوانات کی صف میں اُتارناچاہتے ہیں اورجنسی تسکین کیلئے مردوزن کوکھلی آزادی دیکران کے جسم وروح دونوں کی تباہی کاپوراسامان کرتے ہیں۔

میں نے پست حیوانات اسلئے کہاہے کہ حیوانات میں بھی جن کوقدرت نے پاکیزہ فطرت کاحامل اورانسانی کمال سے قریب بنایا ہے وہ اختلاطِ جنسی میں آزادنہیں۔کتیا کاتعلق دس کتوں سے ہوسکتا ہےلیکن کبوتری ایک ہی کبوترکیساتھ اپنی فطری زندگی بسر کرتی ہے اوراولاد کے تحفظ اورتربیت میں دونوں ہی شریک ہوتے ہیں۔

سوزاک اورآتشک کی مہلک بیماریوں کے بعداب ایڈز کے جراثیم کے تباہ کن اثرات نے دنیا کی آنکھیں کھول دی ہیں اور اب امریکہ ویورپ کومتفقہ طور پر یہ حقیقت تسلیم کرلینی چاہئے کہ نوعِ انسانی کیلئے حیوانی آزادی نہیں بلکہ قرآنی پابندی ہی میں سلامتی وبلندی ہے۔فطرتِ پاکیزہ سے بغاوت جہاں انسان کواس کی منزلِ بلند سے گراکراس کی شرافت کوچکنا چور کردیتی ہے وہیں اُسے جسمانی امراض اورقلبی وذہنی بیماریوں کاجہنم بھی بنادیتی ہے۔

رشتۂ ازدواج اورپابندیٔ نکاح قدرت کاوہ عطیہ ہے جوبقائے نوع کیساتھ تربیتِ نسل اورکمالاتِ انسانی کے فروغ کاضامن ہے اور یہ پابندی صرف چودہ سوسال سے نہیں بلکہ انسانی جوڑے سے ہی ایک مربوط حکیمانہ نظم کے ساتھ عائد ونافذ رہی ہے۔ جس پرشرفِ انسانی سے بہرہ ورفطرتیں اورخدا کی مقبول شخصیتیں ہمیشہ کاربندرہی ہیں۔انسانی تمرداورشیطانی غلامی کی بات الگ ہے۔

ولقد ارسلنا رسلا من قبلك وجعلنا لهم ازواجا وذرية (رعد:۶)

بیشک ہم نے تم سے پہلے بھی رسولوں کوبھیجااوران کوبیویوں اورنسلوں سے نوازا۔

رہبانیت

انسان کو کمالاتِ انسانیت بروئے کار لانے کیلئے جہاں ملکی اور غضبانی قوت کا حامل بنایا گیا، وہیں بقائے نوع اور دوسری مصلحتوں کے تحت اس میں شہوانی قوت بھی ودیعت کی گئی۔ جسے یکلخت روک کر کے رہبانیت اور تجرد کا پابند بھی نہیں بنایا جاسکتا۔ سیلاب کو اگر بے جا اور غیر حکیمانہ طور پر روکنے کی کوشش کی گئی تو آبادیوں کی آبادیاں تباہ و برباد کر ڈالے گا۔ لیکن اگر اس کا رُخ مناسب سمت میں پھیر دیا گیا تو آبادیاں تباہی سے بچ جائیں گی اور ویرانے لہلہا اُٹھیں گے۔ میدانوں اور جنگلوں کی فضائیں قدرت کی بوقلمونیوں سے سبز و شاداب اور آباد و مالا مال ہو جائیں گی۔

کون نہیں جانتا کہ شہوتِ انسانی پر جبری پابندیوں نے عفت و پاکیزگی عام کرنے کے بجائے کلیساؤں اور پرستش گاہوں کی مقدس فضاؤں کو آلودہ و گندہ کر ڈالا اور جو جذبہ اپنی حدود میں رہ کر کسی نفع بخش اور شاداب نسل کا ذریعہ بن سکتا تھا وہ رائیگاں بھی ہوا اور رُسوائی بھی۔

بات چند عاجز انسانوں یا خال خال پاکیزہ جانوں کی نہیں، دستور و قانون ہمیشہ ہمہ گیر اکثریت کے لحاظ سے ہوتا ہے اور اگر خال خال افراد اور نادر احوال کا بھی وہ احاطہ کرتا ہے تو یہ اس کا مزید کمال اور اس کی قابل رشک جامعیت ہوگی۔ اس روشنی میں اسلام قوت و وسعت والے انسان کو نہ تو تجرد کی دعوت دیتا ہے، نہ لا محدود آزادی بخشتا ہے۔

تعدُّد اَزواج

اسلام مرد کیلئے حسبِ حال ایک سے چار عورتوں تک سے نکاح کی اجازت دیتا ہے اور ایک سے نکاح کو بلحاظِ حال واجب یا سنتِ مؤکدہ وغیرہ قرار دیتا ہے اور وقتِ ضرورت ایک سے زائد کی بھی اجازت دیتا ہے۔ لیکن اسے عدل اور سخت قیدوں کے ساتھ مشروط بھی کرتا ہے۔ تعدد ازواج پر اعتراض کرنے والے یہ فراموش کر جاتے ہیں کہ یہ اجازت ہے' جبر نہیں۔ عدل سے مقید ہے آزاد نہیں۔ یہ بھی نہیں سوچتے کہ دنیا کے بہت سے علاقے جب جنگوں میں بربادی کے باعث مردوں کی کمی اور عوتوں کی زیادتی کے حامل ہوں اور ہوئے تو اِن بیواؤں کا علاج کیا ہے؟ آج جبکہ عورتوں کا فیصد ہر سمت بڑھتا ہی جارہا ہے ان کی ضرورت کا انتظام اور ان کے دُکھ درد کی دوا کیا ہے؟

افسوس کہ اسلام کے حاسدین نسوانی شرافتوں کو ہزاروں ہوسناک نگاہوں اور سینکڑوں آوارہ انسانوں کے جذبات کا کھلونا بنانا تو پسند کرتے ہیں لیکن ایک مرد کے احاطۂ عفت میں چار عورتوں کی عصمت کا تحفظ گوارا نہیں کرسکتے۔

اسلام کا نظریہ

نکاح کے بارے میں اسلام کا نظریہ بہت جامع اور بہت واضح ہے۔ارشادِ ربانی ہے:

واحل لکم ما وراۗء ذٰلکم ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین ط

فما استمتعتم بہٖ منھن فاتوھن اجورھن فریضۃ (النساء:۲۴)

ترجمہ: اوران (محرمات) کے سوا تمہارے لئے حلال کی گئیں اس طرح کہ تم اپنے مالوں کے ذریعہ قیدِ نکاح میں لاتے،
شہوت رانی سے بچتے ہوئے طلب کرو، پھر ان میں سے تم جنہیں نکاح میں لانا چاہو ان کے مقررہ مہر انہیں ادا کرو۔

حکمتِ الٰہیہ اور انسانی فطرت کا تقاضا یہی تھا کہ بعض قریبی عورتیں انسان کیلئے حلال نہ ہوں کہ ان سے مقصدِ نکاح ہی فوت ہونے کا اندیشہ ہے۔ ان کے علاوہ جو حلال کی گئیں تو یہ لحاظ رکھا گیا ہے کہ مال اور مہر کی ادائیگی ہو۔ مقصد پارسائی اور نکاح جیسے مضبوط قلعہ میں دل ونگاہ کی حفاظت ہو، محض شہوت رانی مقصود نہ ہو۔ نکاح جن پاکیزہ اور بلند مقاصد کے پیشِ نظر مشروع ہوا ہے وہی مرکزِ قلب ونظر اور غایتِ فکر وخیال بنیں۔

یہ فرمانِ نبوی ہی حکمتِ شادی اور نظریۂ اسلام کی پوری وضاحت کرتا ہے، (ترجمہ) اے جوانو! تم میں سے جس کو بارِ نکاح کی طاقت ہو وہ شادی کرے کیونکہ یہ نگاہ نیچی رکھنے اور جائے شہوت کی حفاظت میں زیادہ کارگر ہے اور جسے وسعت نہ ہو وہ روزہ رکھے کہ یہ اس کیلئے شہوت شکن ہوگا۔ (بخاری ومسلم، مشکوٰۃ، ج ۲ ص ۲۶۷)

وسعت نہ رکھنے والوں کیلئے قرآن کا ارشاد ہے، (ترجمہ) جو نکاح کا مقدور نہ رکھتے ہوں وہ بھی پارسائی کو تھامے رہیں یہاں تک کہ خدا انہیں اپنے فضل سے مقدور عطا کردے۔ (سورۂ نور:۳۲)

اس اسلامی نقطۂ نگاہ سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ نہ بندے کی امیدوں کا رشتہ فضلِ الٰہی سے کبھی ٹوٹتا ہے، نہ کبھی اسے جادۂ عفت سے منحرف ہوکر بے اعتدالی کی راہ پر گامزن ہونا چاہئے۔ وہ یہ اُمید رکھے کہ ربِّ کریم اپنے کرم سے کسی وقت اسے بے نیاز ضرور فرمائے گا۔

عورت کی آزادی

یہ خیال کہ نکاح سے عورت کی آزادی سلب ہوجاتی ہے اور وہ مرد کی غلامی میں قید ہوکر رہ جاتی ہے۔ اوّلاً تو دُرست نہیں ثانیاً ہمارا سوال یہ ہے کہ تاریخ عالم میں آج تک دنیا کا کوئی دانشور طبقہ ازدواج کی باعفت، بامقصد، نتیجہ خیز اور پُر سکون زندگی کا متبادل پیش کرسکا، یا پیش کرسکتا ہو تو انکشاف کیا جائے۔ خود دنیا کے بے شمار تجربات اس کی تباہی وہلاکت خیزی کی شہادت کیلئے کافی ہوں گے۔

طلاق کی مشروعیت

اب جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسلام نے طلاق کا اختیار صرف مرد کے ہاتھ میں دیکر عورت کو مجبورِ محض بنا دیا ہے وہ نکاح کے مقاصد ہی سے غافل ہیں۔ رشتۂ ازدواج کوئی اجارہ یا ملازمت کا معاملہ نہیں جس میں اجیر و مستاجر دونوں کو یکساں طور پر چھوڑنے چھڑانے کا اختیار ہوتا ہے۔ یہ تو ایک باہمی خوشگوار اور پُر محبت زندگی گزارنے کا عہد و پیمان ہے۔ جس کا مقصد جنسی میلانات اور شہوانی ہیجانات کے فتنہ انگیز سیلاب کا رُخ ایک محفوظ سمت اور ایک محدود دائرہ میں پھیر کر اُسے افادیت سے لبریز اور نتائج خیز بنانا ہے۔ جب تک پوری زندگی ایک ساتھ بسر کرنے کا تصور کارفرما نہ ہو، نوعِ انسانی کی بقاء اور ایک صالح نسل کے وجود کا تصور ہی نہ ہو سکے گا اور نکاح صرف وقتی تسکین کا سامان ہو کر رہ جائے گا۔ جبکہ اسلام زوجین کی پُر عزم زندگی سے انسانی معاشرے کیلئے کسی کارآمد رُکن اور دین و ملت کیلئے کسی سرگرم ممبر کی افزائش، نشوونما، پرورش و پرداخت اور حکیمانہ تربیت کا نظام برپا کرنا چاہتا ہے۔ نکاح کا مقصد طلاق نہیں کہ اس میں زوجین کی شرکت ضروری ہو۔ نکاح تو ایک ایسا رشتہ ہے جو دو نفسوں کو پوری عمر کیلئے پیمانِ حیات و بقاء اور عہد مہر و وفا میں باندھ دیتا ہے تاکہ ان دونوں کے وہ جذبات و قویٰ جو انفرادی زندگی کی صورت میں خود ان دونوں اور ان کے معاشرے کیلئے ضرر رساں یا کم از کم بے سود ہوتے وہ مضرت سے خالی ہو کر افادیت سے لبریز اور نتیجہ خیز بن جائیں۔

عورت اگر بالغ ہے تو خود اُسے اور نابالغ ہے تو اس کے ولی کو اختیار ہوتا ہے کہ تحقیق و تفتیش، غور و خوض، عاقبت بینی اور دُور اندیشی کے ساتھ کسی مرد کا انتخاب کرے اور اسے اپنی زندگی کو مضرت و ہلاکت سے بچانے کیلئے یہ انتخاب کرنا ہی ہے اور اس تصور کے ساتھ کہ پوری زندگی اس کی رفاقت میں بسر ہوگی۔

لیکن تجربات شاہد ہیں کہ ایسا بھی وقت آجاتا ہے کہ یہ رشتہ اپنی افادیت کھو بیٹھتا ہے اور دونوں کی فرقت و جدائی اگلی زندگی کی خوشگواری کی راہ میں ضروری ہو جاتی ہے۔ ایسی صورتِ حال کیلئے طلاق و تفریق کا جواز ایک ہمہ گیر، لافانی اور جامع دستور میں ہونا ضروری ہے۔ ورنہ زندگی نمونۂ جہنم یا بے ثمر اور بے مقصد ہونے کے باوجود اور علیحدگی پر باہمی رضامندی کے باوجود تفریق ناممکن ہوگی اور دو وجود الگ ہونے کے بعد کسی اور سے شرعی طور پر منسلک ہو کر خوشگوار اور مفید زندگی سے ہمکنار ہو سکتے تھے۔ بے ثمر، بے مقصد اور پُر الم ہی رہ جاتے، مسیحی قانون طلاق پر یکلخت پابندی کا ۱۸۵۷ء تک طویل و ہولناک تجربہ کر چکا ہے۔ جس کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔

اب طلاق جو مقاصدِ نکاح سے اہم آہنگ نہیں، جس کا جواز محض سنگین ضرورت اور نازک حالت کے پیشِ نظر ہے، جو مباح تو ہوئی مگر البغض المباحات (جائز چیزوں میں سب سے زیادہ مبغوض و ناپسندیدہ) ہو کر۔ اس کا دائرہ تنگ ہونا ہی قرین حکمت ہے اس لئے یہ حق صرف مرد کو دیا گیا اور عورت کو بھی خلع کا حق حاصل ہے۔

اگر ظلم وتعدی ہی پر آمادہ ہوتو اسلامی شریعت حکومت کے سر اس پر دباؤ اور اصلاح کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ معاملۂ طلاق میں عورت کو با اختیار اور مرد کو بے اختیار کیوں نہ رکھا گیا۔ اس کا جواب واضح ہے کہ اس نازک معاملہ کا اختیار اسی کو ملنا چاہئے جو فہم و تدبر، عقل و دانش، ثبات و استقامت، قوت و طاقت اور ضبط وتحمل میں دوسرے سے فائق ہو، عورت کی زود رنجی، کیفیت ہیجانی اور مخصوص ایام میں لازمی طور پر فکری کی کمی معلوم ہوتے ہوئے قانون ساز اُسے اختیارِ طلاق تفویض کردے تو یہ کسی مجنون کے ہاتھ میں شمشیر بے نیام دینے کے مترادف ہوگا۔ یہ بھی ممکن ہوگا کہ خاوند گھر سے غائب ہو اور عورت اُسے طلاق دیکر رُخصت ہوجائے اور گھر لاوارث ہوکر لٹیروں کی نذر ہوجائے یا عورت خود ہی سارا اثاثہ لوٹ لے جائے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جہاں کسی غیر نے اس سے رغبت کا اظہار کیا اس نے اپنے شوہر کو طلاق دی اور دوسرے سے منسلک ہوگئی۔ دوسرے سے ابھی ثمرۂ نکاح حاصل نہ ہوا اور اُسے چھوڑ کر تیسرے سے رشتۂ لطف ولذت جوڑ لیا۔ کیا یہ حالت زنا کاری کی بے ثمر اور ہلاکت خیز حالت سے کچھ کم فتنہ انگیز ہوگی؟ پھر کون شوہر ہوگا جو اپنی عورت پر اپنے مکان و جائیداد اور اَموال و اَملاک کے سلسلہ میں ایک لمحہ بھی پُر اعتماد ہوسکے اور کسی نسل کی پرورش اور تربیت کیلئے اُسے مفید تصور کرسکے اور اس کے نفقہ وسکونت کی ذمہ داری کا حامل بھی بنے۔ مرد اپنی اولاد اور اموال کے حق میں عورت پر اس لئے تو اعتماد کرتا اور مطمئن رہتا ہے کہ اس کا رشتہ اس کے ہاتھ میں ہے۔ اگر معاملہ برعکس ہوتا یا دونوں کو اختیارِ طلاق ہوتا تو نکاح وازدواج کے حکیمانہ فوائد ومقاصد کا حصول ناممکن ہوتا اور اس کی حیثیت وقتی جسم فروشی اور محل شہوت کے عارضی اجارہ سے زیادہ نہ ہوتی۔

غور کیجئے صرف شوہر کو اختیارِ طلاق اور بیوی کو محض حق خلع دینے میں کتنی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ مردوں میں بھی کچھ کم عقل، جذباتِ غلیظ وغضب سے بے قابو، علم وحکمت سے نابلد افراد پیدا ہوجاتے ہیں۔ جو ایک سانس میں طلاقوں کی ایک قطار کھڑی کردیتے ہیں، پھر اپنی سفاہت پر بڑی بے شرمی سے ماتم کرتے ہوئے بھی نظر آتے ہیں۔ یہ ان مردوں کا قصور ہے قانون کا قصور نہیں۔ قانون نے تو سنگین حالات میں رفاقت وفرقت کو عقل وحکمت کی میزان میں اچھی طرح تول کر فرقت کا پلہ بھاری ہونے کی صورت میں طلاق کو گوارا کیا گیا لیکن صاحبِ عقل بھی عقل سے کام نہ لے تو قانونِ حکمت کا کیا قصور۔ پھر اس حقیقت کے بھی انکار کی گنجائش نہیں کہ ایسے بے وقوفوں کی تعداد عقلمندوں کے مقابلہ میں ہمیشہ کمتر رہی ہے۔ آبادی میں جہاں ہزاروں آدمی صدہا سال سے یوں زندگی بسر کررہے ہیں کہ طلاق دینا تو کیا معنی ان میں بیشتر نے تو کبھی اس کا تصور وارادہ بھی نہ کیا، ایسی جگہ اگر دس بیس کی تعداد بے سمجھے بوجھے طلاق دینے والوں کی دستیاب ہوجاتی ہے تو چنداں حیرت انگیز بات نہیں۔ ایک قانونِ طلاق ہی کی کیا تخصیص ہے ہر قانون کو دیکھ لیجئے، اس میں بے اعتدالی کے مرتکب دو تین فیصد آسانی سے مل جائیں گے۔ خصوصاً جبکہ انہیں کسی دفعہ کے تحت اس کی کسی حد تک اجازت بھی فراہم ہوتی ہو۔

شوہر کی صدارت و حاکمیت

اسلام نے معاشرت کے معاملہ میں مرد وزن دونوں ہی پر حقوق عائد کیے ہیں اور جس طرح عورت کو شوہر کی اطاعت وفرمانبرداری اور اس کے حقوق کی ادائیگی کا پابند کیا ہے، مرد کو عورت کے پاس و لحاظ اور اس کے حقوق کی ادائیگی کی تاکید کی ہے تاکہ دونوں رفیقوں کی زندگی کا کارواں سعادت وعافیت کے ساتھ جادہ پیمارہ سکے اور ان کی نسل پر بھی اس کے صالح اثرات اور مفید نتائج مرتب ہوسکیں۔ ہاں کارواں کیلئے کوئی امیرِ کارواں بھی ہونا چاہئے ورنہ سفر سخت دُشوار، ہر منزل کٹھن، ہر کام مشکل اور ہر ساعت ہنگامہ ُاختلاف وافتراق بن کر رہ جائے گی۔ ظاہر ہے کہ امارت کا حق اسی کو ملنا چاہئے جو قوت وسطوت، شجاعت وجرأت اور فہم عقل میں دوسروں پر امتیاز کا حامل ہو۔ زن وشوہر کے دونفری قافلے میں مرد کا امتیاز مسلّم اور عیاں ہے۔ جدید تحقیقات سے بھی یہ اَمر پایہٗ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ عورت کے حواسِ خمسہ مرد کے حواسِ خمسہ سے کمزور ہوتے ہیں۔ سائیکلوجیا سے ثابت ہے کہ عورت کے بھیجے اور مرد کے بھیجے میں مادۃً اور شکلاً سخت اختلاف ہے۔ مرد کے بھیجے کے وزن کا اوسط، عورت کے بھیجے سے سو گرام زیادہ ہے۔ (تفصیل کیلئے دیکھئے **المرأۃ المسلمہ** از فرید وجدی)

قرآنِ حکیم نے اس حکمت کی بھی نشانی وہی فرمائی ہے۔ ارشاد ہے:

الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللّٰہ بعضھم علیٰ بعض وبما انفقوا من اموالھم (النساء:۳۴)

مرد عورتوں پر افسر ہیں اس وجہ سے کہ اللہ نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اس وجہ سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کئے۔

اس آیت میں مردوں کی صدارت کی دو وجہیں بتائی گئی ہیں۔ ایک فطری وہبی ہے جس کی طرف بما فضل اللّٰہ بعضھم سے اشارہ ہے۔ دوسری کسبی ہے جس کی بما انفقوا سے نشاندہی کی گئی ہے۔ مرد کا فطری امتیاز یہ ہے کہ عقل وفہم، قوت و جرأت میں عورت پر فوقیت حاصل ہے اور کسبی امتیاز یہ ہے کہ مہر ونفقہ اور نظم مسکن کا بار اسی کے سر پر ہے۔ عورت کی دائمی کمزوری اس کا دماغی اور جسمانی ضعف اور جرأت واستقامت کی کمی ہے اور مخصوص ایام میں اس کی عارضی کمزوریاں اس پر مستزاد ہیں۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ دائرہٗ انتظام ایک ملک کو محیط ہو یا ایک گھر میں محدود ہو، بہرحال ہر کام میں مشاورت ممکن نہیں اور امارت و حاکمیت کسی کے حوالہ نہ ہو تو معاملات اور ضروریات رونما ہوتی رہیں گی اور دوسرے کا منہ تکتے ہاتھ سے نکل جائیں گی۔ جب کہ ایک حاکم وامیر ہوگا تو اپنے فرضِ منصبی کے تحت ہر انتظام کیلئے پیش قدمی کریگا اور حسبِ مصلحت مشاورت کرسکے گا اور بصورت اختلاف یا بحالتِ تنگی یا بحالت عجلت تنہا اس کا حکم بھی کافی ہوگا۔

انتخاب

اب آیئے ہم اپنے اندرونی حالات پر غور کریں اور دیکھیں کہ نگاہِ شریعت وحکمت میں زندگی کی رفاقت کیلئے کیسے ہم سفر کا انتخاب زیادہ موزوں اور مفید ہے۔ اس سلسلہ میں چند اشارات وہدایات پر اکتفاء کی جاتی ہے۔

شادی کا مقصد دو جانوں بلکہ دو خاندانوں میں اتحاد و یگانگت پیدا کر کے ان کی نیابت اور ان کے بعد انسانی انجمن کی رُکنیت کیلئے ایک صالح نسل کو رنگِ ظہور اور جلوۂ شہود بخشنا ہے۔ اس لئے ان اوصاف و اسباب کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ جن سے دونوں میں اتحاد و موافقت اور اگلی نسل کی صلاح و فلاح کے امکانات روشن ہوں۔ اس سلسلہ میں حسب ونسب، عزت و وسعت اور سال وسن کے باہمی توازن کے ساتھ عورت کا اخلاق وادب اور جمال وتقویٰ میں مرد سے زیادہ ہونا بہتر ہے۔ بدخُلق، بدصورت، پستہ قد، عمر دراز، صاحبِ اولاد نہ ہونا اچھا اور فاجر و بدکار تو ہرگز نہ ہو۔ (دُرِّ مختار، رَدُّ المحتار ملخصاً)

اسی طرح مرد بھی اخلاق وتدین کے لحاظ سے پسندیدہ ہونا چاہیئے۔

دینداری کی اہمیت

یہ رہی بات حسن انتخاب کی مگر رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یہ ارشادات بھی پیش نظر رہیں:۔

☆ عورت سے نکاح چار باتوں کی وجہ سے کیا جاتا ہے۔ اس کا مال، اس کا حسب، اس کا جمال، اس کا دین۔ تم دین والی کو اختیار کرو۔ (بخاری ومسلم)

☆ عورتوں سے شادی کی محض بنیاد ان کے حسن کو نہ بناؤ' ان کا حسن انہیں تباہی میں ڈال سکتا ہے۔ اور اُن کی دولت وثروت کو بھی شادی کی بنیاد نہ بناؤ' ہوسکتا ہے ان کی دولت انہیں سرکشی میں مبتلا کر دے لیکن دین کی بنیاد پر تم شادی کرو۔ کالی کلوٹی دیندار کنیز زیادہ اچھی ہے۔ (ابن ماجہ)

یہ حدیث ان نوجوانوں کیلئے تازیانہ عبرت ہے جو محض حسن وجمال پر متاعِ جان ودل لٹا بیٹھتے ہیں یا دولت وثروت پر سرمایہ ہوش وخرد قربان کر دیتے ہیں اور دیانت وتقویٰ، صلاح ونیکی کی کو پرواہ نہیں کرتے۔

☆ جس نے کسی عورت سے اس کی عزت کے سبب نکاح کیا وہ اور ذلیل ہی ہوگا۔ جس نے اس کی دولت کی وجہ سے نکاح کیا وہ اور محتاج ہی بنے گا۔ جس نے اس کے حسب کے باعث نکاح کیا اس کی دنائت میں اضافہ ہوگا۔ ہاں! جس نے کسی عورت سے صرف اس لئے نکاح کیا کہ اپنی نظر اور شہوت کی حفاظت یا اپنی سابقہ قرابت کی رعایت کر سکے تو اس شادی میں خدا تعالیٰ مرد وعورت دونوں ہی کیلئے برکت عطا فرمائے گا۔ (طبرانی)

احادیثِ نکاح پر نظر ڈالنے سے یہ چند خصوصیات سامنے آتی ہیں:۔

☆ عورت نکوکار اور امرِ آخرت پر مددگار ہو (دین دار کو اختیار کرو) دنیا سبھی متاع ہے اور بہترین متاعِ دنیا نیک و صالح عورت ہے۔ (مسلم) دل شکر گزار، زبان ذکر سے سرشار بناؤ اور ایسی زوجۂ مومنہ اختیار کرو جو تمہارے لئے کارِ آخرت میں مددگار ہو۔ (ابن ماجہ)

☆ اولاد پر مہربان۔

☆ شوہر کے مال کی نگہبان ہو۔

شتر سوار یعنی عرب خواتین میں بہتر قریش کی نیک عورتیں ہیں جو اولاد پر اس کی کم سنی میں زیادہ مہربان اور شوہر کے مال کی زیادہ نگہبان ہوتی ہیں۔ (بخاری و مسلم)

☆ شوہر سے زیادہ محبت کرنے والی، اولاد کی صلاحیت والی ہو۔

زیادہ محبت، زیادہ وِلادت والی سے نکاح کرو، کیونکہ تمہاری کثرت سے دوسری اُمتوں پر مجھے فخر ہوگا۔ (ابوداؤد و نسائی)

☆ آزاد، شریف۔ ☆ کنواری ہو۔

جو خدا سے پاک وصاف رہ کر ملنا چاہتا ہے وہ آزاد، شریف عورتوں سے نکاح کرے۔ (ابن ماجہ)

کنواری عورتوں سے نکاح کرو کہ وہ زیادہ شیریں دہن، کثیر الاولاد اور کم پر شاد ہوا کرتی ہیں۔ (ابن ماجہ)

☆ جو شوہر کی فرمانبردار ہو۔

☆ اس کیلئے باعثِ مسرت ہو، اس کی خوشی میں شریک، اس کے غم کو دُور کرنے والی۔

☆ اس کے عہد و پیمان اور قسم کو پورا کرنے والی۔

☆ اس کی غیر موجودگی میں بھی اپنی عفت کی نگہبان۔

☆ اور اس کے مال و دولت میں اس کی خیر خواہ و نگہبان ہو۔

تقویٰ کے بعد مردِ مومن کو حاصل ہونے والی سب سے بہتر نعمت صالح بیوی ہے۔ جسے مرد حکم دے تو اس کی فرمانبرداری کرے، عورت کو دیکھے تو خوش ہو جائے، اس پر قسم کھالے تو پوری کردے، اس سے غائب ہو تو وہ اپنے نفس اور شوہر کے مال میں خیر خواہ ثابت ہو۔ (ابن ماجہ)

☆ کم پر راضی رہنے والی اور بے جا فرمائشات سے پرہیز کرنے والی ہو۔

سب سے بابرکت شادی وہ ہے جس کا بار کمتر ہو۔ (حال میں بھی، مال میں بھی) (بیہقی، شعب الایمان)

تلخیاں

حُسنِ انتخاب کے ساتھ ان اسباب پر نظر ڈالنی بھی ضروری ہے جو صالح و دیندار مرد و زن کی راہوں کو بھی خارزار اور بعد شادی کی زندگی کو افکار و آلام، شکوہ و شکایت اور اختلاف و نفاق کا ماتم کدہ بنا دیتے ہیں۔ ان اسباب کا تفصیلی احاطہ اور ان کی تدابیر کا مبسوط بیان تو بہت مشکل ہے۔ لیکن اجمالی گفتگو اور خاندان و زجین کی ذمہ داریوں کے ذکر سے مفر نہیں۔ اس لئے چند کلمات عقل و خرد، دل و دماغ، تدبیر و انتظام اور تعلیم و تربیت کی جلا کیلئے نذر ہیں۔

☆ عموماً ایسا ہوتا ہے کہ لڑکی نے اپنے والدین کے گھر کو جنت دوام سمجھ کر زندگی گزاری، ایک اجنبی ماحول میں جانے کا تصور تو کیا مگر اس کی دُشواریوں اور ذمہ داریوں سے نا آشنا رہ گئی۔ اس لئے وہاں زندگی بسر کرنے کی کوئی تیاری ہی نہ کی۔ شادی کے بعد اس نے شوہر کے گھر میں قدم رکھا تو یہاں دنیا ہی دوسری ہے۔ صرف شوہر سے واسطہ نہیں، اس کے ماں باپ، بھائی بہنوں وغیرہ پورے کنبے کے ساتھ نباہ کرنا ہے۔ اُسے تو یہ بھی پتا نہیں کہ شوہر کی رفاقت کے آداب و فرائض، اس راہ کی دشواریاں اور ان کی تدابیر کیا ہیں۔ اس کے پورے خاندان کے ساتھ نباہ کیا جائے؟

☆ دوسری طرف شوہر کا خاندان یہ تصور لئے بیٹھا ہے کہ دلہن ہر لحاظ سے تربیت یافتہ اور کامل و مکمل ہوگی۔ ایسی باکمال کہ اس سے غلطی کا صدور ہی نہ ہو۔ گویا وہ انسان نہیں کوئی فرشتہ ہوگی۔ اب اس کی ہر ہر ادا پر کڑی نظر ہوتی ہے۔ جہاں کوئی غلطی ہوئی تیور بدل گئے۔ کوئی بات نامناسب معلوم ہوئی تو سمجھانا اور بتانا کیا معنیٰ؟ شکوہ و شکایات کا بازار گرم ہوگیا۔ یہ خیال نہیں کہ ہماری بیٹی کی طرح یہ بھی ایک انسان ہی ہے۔ جس میں خوبیاں بھی ہوں گی، خامیاں بھی، یہ لحاظ بھی نہیں کہ یہ عمر و عقل اور تجربہ میں ہم سے کمتر ہے۔ قدم قدم پر ہماری تعلیم و تفہیم اور اصلاح و تربیت کی ضرورت ہے۔ یہ درد و احساس بھی نہیں کہ یہ ماں کی مامتا، باپ کی شفقت، بھائیوں کی عنایت، بہنوں کی محبت اور سب کی آغوشِ تربیت سے یکبارگی جدا ہوکر ہمارے گھر میں آئی ہے۔ اس کے زخمی قلب و جگر کو تنقیص و تنقید اور طعن و تشنیع کے تیر و نشتر نہیں۔ بلکہ مہر و مروت اور تربیت و شفقت کا مرہم چاہئے۔

شعور اور حالات و احساسات کی یہ ناہمواری ظاہر ہے اندرونِ خانہ ایک نفرت و بیزاری اور کرب و الم کا ماحول پیدا کردے گی۔ جبکہ بات کچھ نہیں اور ہے تو اتنی ہی جتنی اپنی بیٹی سے رات دن ہوتی رہتی ہے۔

☆ شوہر کی ماں کیلئے اپنی بہو سے یہ نفرت گزرتے وقت کے ساتھ اور تیز ہو جاتی ہے۔ جب وہ دیکھتی ہے کہ میرے پیارے بیٹے کے دل میں مجھ سے زیادہ اس نو خیز لڑکی کی محبت واہمیت نے جگہ بنالی ہے۔ اسے یہ احساس ہونے لگتا ہے کہ اس فتنۂ دلربا نے میرے گھر میں آکر میرے بیٹے کو مجھ سے دور کر دیا۔ اب وہ بہو کو بالکل دشمن وحریف کی حیثیت سے دیکھتی ہے۔ اس کی دل آزاری اس کا وظیفۂ شب وروز اور سارے اہل خانہ اور ملنے جلنے والوں سے بہو کی شکایت اس کا محبوب مشغلہ بن جاتا ہے۔ وہ اپنی قلبی تکلیف کے انتقام میں سب کو بہو کا دشمن اور اس سے شاکی بنا دینا اپنا فرض سمجھتی ہے۔ بیٹے کے سامنے بھی اس کے عیوب ونقائص کمزوریوں اور خامیوں کا دفتر کھول کر بیٹھ جاتی ہے۔ جس میں اگر کچھ حقیقت ہوتی ہے تو بہت کچھ مبالغہ آرائی بھی۔ شکوک واوہام اور قیاس وگمان کے وسوسے بھی، مٹی کی عمارت بھی ریت کی دیواریں بھی، لیکن ان ساری کوشش کے باوجود اگر بیٹا اپنی بیوی سے منحرف نہ ہوا تو مزید آفت رکھی ہوئی ہے۔ اب وہ گھر میں بہو کو ایک لحہ کیلئے بھی دیکھنا نہیں چاہتی بلکہ اگر بس چلے تو اُسے بھی نکال باہر کردے اور بیٹے کو بھی۔ اگر باپ کو متنفر کر دیا تو باپ اور بیٹے کی جنگ الگ چھڑ گئی اور انجام علیحدگی پر ہوا، یا گھر میدان جنگ وجدال بن کر رہ گیا۔

☆ بعض خامیاں بہو میں بھی ایسی ہوتی ہیں جو لازمی طور پر نفرت و بیزار کو جنم دیتی ہیں۔ مثلاً سسرال میں اگر ہمہ وقت اپنے میکہ کی تعریف، اس کی خوش حالی، آرام وعافیت، دولت وثرت اور اپنے ماں باپ کی عزت وشوکت کا تذکرہ' وہ کچھ اس انداز میں کرتی ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ سسرال اس کیلئے کمتر اور شوہر کے اہل خاندان' میکہ والوں سے فروتر ہیں۔ یہ باتیں شوہر کو بھی متنفر کر دیتی ہیں اور اس کے ماں باپ اور بھائی بہنوں کو بھی۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ابتداء ساس، نندوں ہی کی طرف سے ہو، اس طرح کہ یہ بہو کے میکہ کی تنقیص کریں اور اپنی تعریف اور وہ سنتے سنتے اکتا جائے اور پلٹ کر جواب دینے میں اس سب پر بازی لے جائے اور اگر بے خرد یا مغرور ہوئی تو خود بھی ابتداء کرسکتی ہے انجام بہرحال خطرناک ہی ہے۔

☆ کبھی شوہر کی نااہلی ونادانی بھی فتنہ انگیز ہوتی ہے۔ وہ اگر واقعۃً بیوی کو پاکر ماں باپ کی محبت وعظمت سے غافل و بے پرواہ ہوگیا تو یہ حالت ایک طرف اس کے ماں باپ کی دل آزادی و بے زاری کا سبب بنتی ہے۔ دوسری طرف بیوی کو مغرور وخود سر بنا دیتی ہے۔ وہ شوہر کی کمزوری سے فائدہ اُٹھا کر اس کے ماں باپ کی تحقیر وتذلیل سے بھی دریغ نہیں کرتی بلکہ ان سے جدائی وعلیحدگی کی راہ بہت جلد ہموار کر لیتی ہے۔

☆ دوسری قسم ان شوہروں کی ہوتی ہے جو بیوی کی شکل وصورت یا کسی عادت وخصلت کی وجہ سے اس سے متنفر ہوجاتے ہیں اور برابر تند مزاجی ودرشت خوئی کا مظاہرہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اب بیوی کیلئے زندگی دوبھر ہوجاتی ہے۔

ایک شوہر جسے وہ اپنا سمجھ کر اس گھر میں رہ سکتی تھی وہی اسکو برداشت کرنے کیلئے تیار نہیں تو پھر وہ کس کے سہارے اپنے دن گزارے لامحالہ زدوکوب، بحث وتکرار سے آگے بڑھ کر معاملہ تفریق وجدائی تک پہنچ جاتا ہے اور نہ صرف زن وشوہر بلکہ دونوں خاندانوں کے درمیان بھی بغض وعداوت کے شعلے بھڑک اُٹھتے ہیں اور کبھی بعدِ جدائی بھی عرصہ دراز تک دونوں خاندان اسی آگ میں جلتے اور جاہلیت کا مظاہرہ کرتے رہتے ہیں۔

☆ نئے گھر کے حال وماحول سے ناشنائی بھی بہو کو بہت سی غلطیوں میں مبتلا کرتی ہے۔اس کی کاہلی، تن آسانی اور راحت طلبی کی عادتیں بھی بجا طور پر شوہر اور اس کے متعلقین کی برگشتگی کا سبب بنتی ہیں۔ بیجا فرمائشات، آمد سے زیادہ خرچ کی کوشش، غریب شوہر سے لذتِ کام ودہن، آرائش زلف وبدن، تعمیر منزل ومسکن وغیرہ کے گراں مطالبات بھی شوہر کے دل ودماغ کو رنج ومحن اور حُزن واَلم کا گنجینہ بنا دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس کا پیمانہ صبر وشکیب لبریز ہوجاتا ہے یا ٹوٹ کر غیظ وغضب کے انگارے برسانے لگتا ہے۔

ذمہ داریاں

جو کچھ ذکر ہوا، یہ حالات کا طویل جائزہ اور عمومی ماحول کا تذکرہ ہے۔جس کا نمونہ تقریباً ہر خاندان اور ہر گھر میں مل جاتا ہے۔ اس طرح پورا معاشرہ بدحالی کا شکار رہتا ہے۔جس کے ناخوشگوار اثرات قومی وملی فلاح وبہبود اور دینی ومذہبی مزاج وماحول پر بھی مرتب ہوتے ہیں۔ اس لئے اندرونِ خانہ کے ان حالات کو خانگی جھگڑا اور باہمی ناچاقی کہہ کر نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ نکاح وازدواج سے نوعِ انسانی کی بقاء کیساتھ ملی وقومی فلاح وترقی کا دامن بھی وابستہ ہے۔اس عظیم مقصد میں اگر خلل واقع ہوتا ہے تو اس کا حل تلاش کرنا اور خرابیوں کا سدِّ باب کرنا دانشورانِ قوم، قائدین ملت اور علمائے اُمت سبھی کی ذمہ داری ہے۔

دراصل مناسب تعلیم وتربیت کا فقدان، خوفِ خدا کی کمی، تصورِ آخرت سے غفلت، دین ودانش سے لاپرواہی، بلند کردار واخلاق سے تہی دامانی، فکر وتدبر، حکمت ومصلحت اور عاقبت بینی ودُور اندیشی سے پہلوتہی' یہ وہ بنیادی اسباب ہیں جن کے نتیجہ میں ہر گھر پر شیطانی نحوست کے سائے چھائے ہوئے ہیں۔

حالات کی اصلاح کیلئے کچھ ہماری اجتماعی ذمہ داریاں ہیں اور کچھ انفرادی ذمہ داریاں۔ اجتماعی ذمہ داریاں تعلیمِ بنات کا معقول بندوبست اور ان کی صالح تربیت کا حکیمانہ انتظام ہے۔کیونکہ اندرونی ماحول کا زیادہ تعلق صنفِ نسواں ہی سے ہے۔ خصوصاً لڑکیوں کی تربیت کا بیشتر حصہ ماں ہی کے سر عائد ہوتا ہے۔وہ اگر خود ہی جہالت وسفاہت کی آغوش میں پروان چڑھی ہے تو اپنی بیٹی کو علم وحکمت کا زیور کہاں سے پہنا سکے گی اور بدقسمتی سے باپ بھی ایسا ہی ملا تو پھر بیٹی کی اصلاح وتربیت کا قصہ ہی تمام ہوگیا۔

الحاصل! علم اور فن تربیت دونوں سے جب ہم اپنی اولاد کو آراستہ کریں گے جبھی یہ اپنے بعد والی نسل کو ہمارا عطیہ منتقل کر سکے گی۔ یہ اگر خود ہی تہی دامن رکھی گئی تو اس سے بذل وسخا کی اُمید فضول ہے۔

انفرادی ذمہ داری یہ ہے کہ ماں باپ اپنی ہر لڑکی کے بارے میں یہ خیال مستحضر رکھیں کہ اُسے ایک اجنبی ماحول میں باعزت اور کامیاب زندگی گزارنے کے قابل بنانا ہے۔ اس لئے شادی کے بعد جو حالات پیش آتے ہیں اُن کو نظر میں لا کر بیٹی کو ذہنی وفکری، علمی وعملی طور پر اس طرح تیار کرنا ہوگا کہ وہ اپنے شوہر، اس کے ماں باپ، اولاد اور اعزہ واقرباء سب کے آداب وحقوق سے عہدہ برآ ہو کر ہر دلعزیز بن سکے اور نہ صرف ایک خاندان بلکہ پوری قوم کیلئے نتیجہ خیز اور مفید ہو سکے۔

لڑکوں کو بھی اس طرح تیار کرنا ہوگا کہ وہ شادی کے بعد اپنی شریکِ حیات کے حقوق کی ادائیگی اور اس کیلئے مسرت وعافیت کی فراہمی کے ساتھ اپنے والدین کی محبت وعظمت واطاعت وفرمانبرداری اور آداب وحقوق کی پاسداری میں بھی فرق نہ آنے دیں۔

غور کریں! بیٹی اور بیٹے دونوں ہی کی تربیت کا عمل کتنا مشکل اور یہ فن کتنا زہرہ گداز ہے۔ کیا ہم اپنی بے اتفاقی کے ماحول میں اس سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں! بلکہ اس پر خاطر خواہ محنت صَرف کرنے کے بعد بھی سو فیصد کامیابی کا دعویٰ نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن السعی منا والاتمام من اللہ پر عمل سے چارۂ کار نہیں۔

اب مقالے کا تقاضا یہ تھا کہ شوہر کے فرائض اور بیوی کے فرائض ذرا تفصیل سے الگ الگ بیان کئے جائیں۔ دیگر ارکانِ خاندان کیلئے بھی کچھ رہنما اصول سامنے لائے جائیں اور زوجین کیلئے کچھ خاص قیمتی نصائح کا تحفہ بھی پیش کیا جائے۔ لیکن وقت کی قلت اور صفحات کی تنگی مانع بنتی نظر آ رہی ہے۔ پھر بھی اتنا ضرور عرض کر دونگا۔ ابھی آخری چند صفحات میں جو کچھ رقم ہوا اُسے پھر ایک بار نگاہِ غور سے دیکھیں تو ہر ایک کو اپنے حسبِ حال کچھ فرائض واصول اور نصائح وآداب اَخذ کرنا کوئی مشکل اَمر نہ ہوگا۔

ربِّ کریم توفیقِ خیر سے نوازے، سب کو سعادت وعافیت سے ہمکنار فرمائے

اور ملتِ مسلمہ کے مقدور کا ستارہ ہمیشہ تابندہ ودرخشندہ رکھے۔

وما ذٰلك على الله بعزيز

جہیز

آج کے ماحول اور حالات و واقعات کا جائزہ لینے کے بعد بڑے ہی قلق اور افسوس سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ روز بروز جہیز کا مطالبہ عام ہوتا جا رہا ہے اور جو عورت کم جہیز لیجائے اس کو کوسنے سے لیکر ستانے، طلاق دینے' یہاں تک کہ جلانے اور مار ڈالنے تک کے واقعات سننے میں آتے ہیں۔ صد افسوس! ایک پاکیزہ رشتہ جسے ربّ کائنات نے پاکیزہ اور عظیم مقاصد کیلئے جاری کیا جو عہدِ رسالت، عہدِ صحابہ اور عہد اسلاف میں بڑے پاکیزہ اور سادہ طریقہ سے عمل میں آتا رہا۔ آج کے بے غیرت خاندانوں اور نوجوانوں نے اسے نفع جوئی اور زر طلبی کا ایک کاروبار سمجھ لیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس صورتِ حال کا علاج کیا ہے اور اس سلسلہ میں عوام و خواص کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟

ہمیں اس سلسلہ میں پہلے یہ غور کرنا ہوگا کہ جہیز کی کمی کی وجہ سے عورتوں کو ستانے والے جوانوں اور خاندانوں میں یہ حریصانہ طبیعت اور ظالمانہ جرأت کیسے پیدا ہوئی اور اس کے اسباب و عوامل کیا ہیں؟

جواباً مختصر لفظوں میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ حریصانہ طبیعت حُبّ دنیا کی پیداوار ہے اور ظالمانہ جرأت دین سے دوری کا نتیجہ ہے۔ بلکہ جارحانہ حد تک حبِ دنیا بھی دین سے دُوری اور اس کے اصول و مقاصد سے بے تعلقی ہی کا شاخسانہ ہے۔

اس لئے کہ جو یہ جانتا ہو کہ دین اسلام اور ہر معتدل قانون اسی کی اجازت دے سکتا ہے کہ آدمی اپنی کوشش و محنت سے جتنا چاہے مال کمائے۔ مگر دوسرے کے مال کی طمع اور اُسے اپنا مال بنانے کی حرص یقیناً مذموم اور گھٹیا طبیعت ہی کی پیداوار ہے۔ جو ایسی طبیعت سے پاک ہو وہ کبھی بھی بیوی کے مال و دولت کا حریص نہیں ہوسکتا اور اسلامی نقطۂ نظر سے تو جہیز کا سارا سامان جو بیوی شوہر کے گھر لائے تمام تر بیوی کی ملک ہے۔ اس پر زکوٰۃ اگر فرض ہو تو اس کی ادائیگی بیوی ہی کی ذمہ داری ہے اور اس کا استعمال کوئی دوسرا اگر کرنا بھی چاہے تو یہ بھی بیوی کی رضا مندی اور اجازت ہی پر منحصر ہے۔ لیکن اس کے برخلاف جن خاندانوں اور جوانوں میں یہ عقیدہ جڑ پکڑ چکا ہو کہ دُلہن کا سارا مال ہماری ملک ہے اور ہم اسے جیسے چاہیں استعمال کریں ان لوگوں کی دین اور اس کے مسائل و مقاصد سے دوری بالکل روشن و عیاں ہے۔ پھر سنتِ رسول اور احکامِ اسلام کی رو سے نکاح کے بعد مہر اور نان و نفقہ اور سکونت کے سارے معاملات و مصارف شوہر کے سر عائد ہوتے ہیں۔ بیوی کے اوپر قطعاً یہ کوئی واجب یا فرض یا سنت نہیں کہ وہ زیادہ سے زیادہ مال و دولت شوہر اور اس کے خاندان والوں کے حصہ میں لائے اور وہ بھی اپنی کمائی سے نہیں' اپنے ماں باپ اور اپنے خاندان و اقارب کی محنت اور پسینہ کی گاڑھی کمائی سے۔ لڑکی کے والدین پر بھی صرف یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ مناسب لڑکے سے اس کا عقد کریں۔ یہ ان کی ذمہ داری ہرگز نہیں کہ اس لڑکے کو مال و دولت سے بھی سرفراز کریں یا اپنی لڑکی کو ہی زیادہ سے زیادہ سامان سے نوازیں۔ بلکہ عقدِ نکاح تو وہ عمل ہے جس کی وجہ سے لڑکی کے ذاتی مصارف کی بھی ذمہ داری شوہر کے سر منتقل ہوجاتی ہیں لیکن یہ عجیب حرص و ہوس ہے کہ آج کا نوجوان اور اس کا خاندان نکاح کے ذریعہ اپنی ضروریات اور اپنے مصارف کی ذمہ داری بھی نادار و ناتواں لڑکی کے سر ڈالنا چاہتے ہیں۔ اس ظلم و ستم اور جذبات و خیالات کے اوندھے پن سے خدا کی پناہ۔

میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ جہیز کی کمی کے باعث جو خاندان اور نوجوان شاکی ہوتے ہیں اور اپنی بیجا توقعات پر پانی پھرتا دیکھ کر اس قدر غیظ وغضب میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ ظلم وستم اور ننگی جارحیت پر اُتر آتے ہیں وہ یا تو دین وشریعت کے مزاج ونہاد اور اصول وقوانین ہی سے نابلد ہوتے ہیں یا جانتے ہوئے بھی وہ احکامِ ربانی کی خلاف ورزی کے عادی ہوتے ہیں۔ ان کی روزمرہ کی زندگی میں بھی دین وشریعت سے انحراف نمایاں طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔

خصوصاً جہیز یا کسی بھی دُنیاوی رنجش کی وجہ سے قتلِ مسلم تو ایسا ظالمانہ عمل ہے کہ اسکا مرتکب وہی شخص ہوسکتا ہے جس کی دِینی رُوح موت کے قریب پہنچ چکی ہو۔ اس کے متعلق قرآن کریم نے صاف طور پر بتایا ہے کہ جو کسی بھی ایماندار کو قصداً قتل کرے اس کا بدلہ جہنم ہے جس میں اسے ہمیشہ رہنا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو خوفِ آخرت سے خالی اور بھیانک پر ربِّ قہار کی ناراضی اور اسکے انتقام سے بے پرواہ ہو وہی اس طرح کی ظالمانہ جسارت کرسکتا ہے۔

یہ ایک رُخ ہوا جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جہیز طلبی کی حریصانہ طبیعت اور نہ ملنے پر ظالمانہ جسارت کیسے پیدا ہوتی ہے۔ لیکن ایک رُخ اور ہے جس سے یہ معلوم ہوگا کہ زیادہ جہیز لینے دینے کا عمل کیوں پروان چڑھ رہا ہے اور اس سلسلہ میں کوئی آہ وفغاں اور شور وفریاد کارگر کیوں نہیں ہوتی۔ اس کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ جو اہلِ ثروت ہیں وہ اپنی دولت کے نام ونمود کی خاطر یا لڑکی اور داماد سے بے پناہ محبت کی نمائش کی خاطر بذاتِ خود اور بلا مطالبہ اتنا جہیز دے ڈالتے ہیں کہ متوسط طبقہ کی ساری دولت وجائیداد کی مالیت لگائی جائے تو اس کے برابر نہ ہو۔ ان حضرات کا عمل دیکھ کر دوسرے بھی زیادہ سے زیادہ جہیز دینے کی فکر کرتے ہیں اور اسی کو عزت وعظمت خیال کرتے ہیں۔ اور نہ دینے میں اپنی بے عزتی وحقارت محسوس کرتے ہیں۔ یہاں تک دیکھا گیا ہے کہ بہت سے دیندار اور خلوص کار لڑکوں اور خاندانوں نے زیادہ جہیز سے منع کیا پھر بھی لڑکی والوں نے اپنی بساط سے زیادہ ہی دے ڈالا۔ زیادہ دینے کا رواج دولت مند اور متوسط قسم کے اچھے خاصے دیندار اور پابندِ شرع لوگوں میں بھی کثرت سے پایا جاتا ہے۔ اب اگر کوئی شخص بظاہر خوشحال نظر آتا ہو لیکن حقیقت میں پریشان حال اور تنگدست ہو اسلئے اتنا جہیز نہ دے سکے جو معاشرے میں اس کے برابر اور ہم پلہ شمار کئے جانے والوں نے دیا ہے تو اُسے بخیل شمار کیا جاتا ہے اور لڑکی، داماد سے عدم محبت پر محمول کیا جاتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں لڑکی کو بہت سی اذیتوں اور مصیبتوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب جہیز معزز گھرانوں کا علامتی نشان بن چکا ہو اور فخر ومباہات کے ساتھ اسے عملاً رواج مل رہا ہو، اس ماحول میں اگر یہ تحریک چلائی جائے کہ جہیز مانگنا بند کرو، تو یہ کہاں تک کامیاب ہوسکتی ہے اور نہ پانے والے کہاں تک صبر کرسکتے ہیں۔ خصوصاً جبکہ وہ دینی فکر ومزاج اور شرعی کردار وعمل سے بھی عاری ہوں۔

دولتمندوں کیلئے حسبِ حیثیت لاکھ دولاکھ اور اس سے زیادہ کا جہیز دے دینا کوئی مسئلہ نہیں اور انہیں کے کردار سے یہ رسم بڑھتی اور پھیلتی جارہی ہے۔ ان کے دامادوں کو دیکھ کر ہر نوجوان آرزومند ہوتا ہے کہ مجھے بھی ایسی لڑکی ملے جو اپنے ساتھ اسی طرح وافر جہیز لائے اور جس کی یہ آرزو پوری نہیں ہوتی وہ اس حد تک بددل ہوتا ہے کہ لڑکی پر طعن وتشنیع سے لے کر ضرب وقتل تک پہنچ جاتا ہے۔

ان حالات واسباب کا جائزہ لینے کے بعد ان کا ازالہ وعلاج پر غور کیجئے۔ تو درجِ ذیل صورتوں کے بغیر اس لعنت کا ازالہ اور ظالمانہ وجارحانہ واقعات کا انسداد ناممکن ہے۔ معاشرہ میں دینی اسلامی روح پیدا کی جائے۔ اسلامی احکام کی اہمیت وعظمت دِلوں میں اُتاری جائے۔ آخرت کا خوف پیدا کیا جائے۔ متاعِ دنیا کی حرص اور ثوابِ آخرت سے بے پروائی دُور کی جائے۔

الف...... اس بات کو دل ودماغ میں راسخ کیا جائے کہ مومن کی سرخروئی اور کامیابی اسی میں ہے کہ خدا کی قائم کی ہوئی حدود کے اندر رہ کر جائز و بہتر طور پر اپنی دنیا بھی خوشحال بنائے اور آخرت بھی سنوار دے۔ ناانصافی اور ظلم وستم سے بہرحال پرہیز کرے۔ ورنہ اس کا انجام بڑا ہی بھیانک اور خطرناک ہے۔ منتقمِ حقیقی کی سزا سے کبھی غافل نہیں ہونا چاہئے۔

ب...... یہ ذہن نشین کرایا جائے کہ نکاح ایک پاکیزہ رشتہ ہے۔ جو نسلِ انسانی کی حفاظت وبقا اور انسان کے فطری جذبات کی مناسب تحدید کیلئے وضع ہوا ہے۔ اس رشتہ کے بعد دو خاندان میں قرابت ومحبت اور اتحاد و یگانگت بھی برپا ہوتی ہے اور مرد وزن پر بہت سی ذمہ داریاں بھی عائد ہوتی ہیں لیکن مصارف واخراجات کی ساری ذمہ داری شریعت نے مرد کے سر رکھی ہے اور عورت قطعاً اس کی پابند نہیں کہ شوہر کو اپنی یا اپنے ماں باپ کی دولت سے نفع اندوز کرے۔

ج...... دلوں میں مردانہ غیرت وحمیت پیدا کی جائے اور بتایا جائے کہ مرد کی عزت اور وقار کا تقاضا یہی ہے کہ مرد خود اپنی کمائی، اپنی محنت اور اپنی دولت پر بھروسہ کرے۔ بیوی یا اس کے ماں باپ اور اہلِ خاندان کی کمائی اور دولت پر حریصانہ نظر رکھنا گھٹیا طبیعت پر غماز ہے جس سے ہر شریف اور باغیرت فرد اور خاندان کو بہت دور ہونا چاہئے۔

د...... یہ باتیں لوگوں تک پہنچانے کیلئے پمفلٹ تقسیم کئے جائیں، جلسے منعقد کئے جائیں، نجی مجلسوں اور ہوٹلوں میں بھی ان خیالات کو عام کیا جائے، کمیٹیوں اور انجمنوں کے ذریعہ ان احکام وافکار کو گھر گھر پہنچادیا جائے۔

عملی طور پر شادی بیاہ کے مواقع پر خصوصاً دولتمندوں کو سمجھایا جائے کہ خدا نے آپ کو دولت دی ہے۔ آپ اپنی بیٹی داماد کو جو چاہے دے سکتے ہیں لیکن اس کا بھی خیال کریں کہ اس سے غریبوں کی دل شکنی نہ ہو۔ آپ کو معلوم ہے کہ غریب خاندانوں کی لڑکیاں اس رسمِ جہیز کی وجہ سے بیٹھی رہ جاتی ہیں اور ان کا کوئی پرسانِ حال نہیں ہوتا۔ جس کا نتیجہ معاشرہ میں آوارگی اور بے حیائی کی صورت میں بھی نمودار ہوسکتا ہے۔ آپ کو دینا ہی ہے تو بعد میں کبھی خفیہ طور پر دے لیں۔ لیکن خدارا اپنے جہیز اور دولت کی نمائش کر کے تنگدست لڑکیوں کی زندگی اجیرن نہ بنائیں۔

ایسی انجمنیں بنائی جائیں جو سماج کے سربرآوردہ، ذی ثروت، دردمند، صاحبِ کردار اور مخلص افراد پر مشتمل ہوں۔ یہ حضرات جہیز میں دیئے جانے والے سامانوں کی مناسب حد بندی کریں اور سب سے پہلے خود اس پر کاربند ہوں پھر دوسروں کو اس کا پابند بنائیں۔

نوجوانوں کو بہر حال یہ یقین دِلایا جائے کہ دولت خدا کا ایک عطیہ اور اس کا خاص فضل وانعام ہے جو ہر شخص کے حصے میں آنا ضروری نہیں۔ تم اگر اپنی محنت اور اپنے خاندان کی کمائی سے دولت کے مالک بن سکے تو یہ دولت تمہارے لئے راحت وعزت کا باعث ہوسکتی ہے لیکن ظلم وستم کے طریقوں اور ناجائز راستوں کو اپنا کر یا بھیک کی طرح جہیز مانگ کر مال واسباب جمع کرنا کوئی شریفانہ طریقہ نہیں۔ تمہاری عظمت اور تمہارا وقار اس میں ہے کہ تم کسی دُکھی اور غریب وپریشان حال کیلئے ایک باعزت زندگی کا سہارا بنو اور اُسے اپنی زوجیت میں لاکر اس کا دکھ درد اور اس کا رنج والم دور کرو۔ نہ یہ کہ وہ خود اپنے جہیز سے تمہاری محتاجی وغربت کا علاج کرے۔ جہیز اگر بہت زیادہ ہو تو بھی پوری زندگی اور اس کے اخراجات وضروریات کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ بہر حال ایک وقت تمہیں اپنی اور اپنی نسل کی کفالت کیلئے خود محنت کرنی ہوگی۔ کیوں نہ آج ہی تم سسرال کی بجائے اپنے بازو کی قوت اور اپنے مولیٰ کی عنایت پر بھروسہ کرو۔ قناعت ہی اصل مالداری ہے۔ آدمی کو جو مل جائے اور اس کی محنت سے جو برآمد ہو اگر اس پر اس نے قناعت نہ کی تو مزید پر مزید کی حرص ہمیشہ اُسے دل کے اعتبار سے فقیر محتاج ہی رکھے گی۔ خدا تمہیں غنائے قلب سے نوازے اور طمع دنیا سے بچائے۔

مذکورہ بالا تجاویز کا حاصل یہ ہے کہ فکر ومزاج میں تبدیلی لائی جائے۔ تصورات وخیالات، معاملات وعادات کو اسلامی وایمانی رنگ میں ڈھالا جائے اور دولتمند طبقہ نادار وکمزور طبقہ کے دُکھ درد اور اس کے مصائب ومشکلات کا سچے دل سے احساس کرے۔ جبھی جہیز میں اِفراط وغلو کی لعنت اور اس سے پیدا ہونے والے مفاسد کا سدِّ باب ہوسکتا ہے اور ان دونوں باتوں کو بروئے کار لانے کیلئے شہر شہر، گاؤں گاؤں، محلّہ محلّہ ایسی تنظیموں کا وجود ضروری ہے جو سماج میں مؤثر اور مخلص ودردمند افراد پر مشتمل ہونے کے ساتھ سرگرم عمل بھی ہوں۔ اگر یہ تنظیمیں قائم ہو کر دلچسپی وسرگرمی اور اخلاص ودل سوزی کیساتھ برائیوں کے خلاف برسرپیکار رہیں تو ان کے ذریعہ دوسرے بھی بہت سے اصلاحی وفلاحی کام انجام پاسکتے ہیں۔

محمد احمد مصباحی

۲۵ محرم ۱۴۱۲ھ شب چہار شنبہ

جہیز ایک منفی تقاضا

﴿صلاح الدین سعیدی﴾

نظامِ مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں جہیز کا کوئی تصور نہیں کیونکہ نظامِ مصطفٰی ایک فطری نظامِ حیات ہے اور جہیز ایک غیر فطری عمل ہے۔

حضرت سیّدہ اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نکاح ہوا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ ایک بہت بڑے تاجر ہیں۔ اپنی بیٹی کو اپنے محبوب آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حوالے کرتے ہوئے فخر محسوس کرتے ہیں لیکن ایک سوئی تک جہیز میں ثابت نہیں۔

اب اسی نکاح کے ولیمہ کے بارے میں بھی نوٹ کر لیجئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، میری رُخصتی وعروسی کے ولیمہ میں نہ کوئی اونٹ ذبح کیا گیا نہ بھیڑ بکری۔ ولیمہ کی کل کائنات دودھ کا وہ پیالہ تھا جو سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے گھر سے آیا تھا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نکاح ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زرہ فروخت کروا کر سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیلئے کپڑوں اور خوشبو کا انتظام کروایا اور اسی رقم میں سے اثاث البیت (گھر کا سامان) مہیا کیا گیا۔

دوسرے داماد حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے نکاح میں یکے بعد دیگرے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دو بیٹیاں گئیں۔ تمام اخراجات کا داماد کو ہی ذمہ دار ٹھہرایا گیا تاکہ قیامت تک کسی بچی والے کیلئے بھی بچی کا وجود 'زحمت' نہ بن سکے بلکہ اسے 'رحمت' قرار دیا گیا۔ حضور رحمت اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیسی مثال قائم فرمادی کہ اپنے پاس سے ایک پیسہ تک بھی خرچ نہیں کیا اور نہ ہی اسی سلسلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے چندہ اکٹھا کروایا گیا۔ جیسا کہ آج کل چندہ اکٹھا ہوتا ہے۔

آیئے اپنے حالات ووسائل کے مطابق اللہ عزوجل کی توفیق اور فضل وکرم سے ہم اس سلسلے میں کوشش کریں کہ اس رسم کی قولاً فعلاً مکمل نفی کر کے اسلام کے 'نظامِ وراثت' کو رواج دیا جائے تاکہ ہم سب دونوں جہان کی کامیابیوں وکامرانیوں سے ہمکنار ہوسکیں لاکھوں کنواری بوڑھیوں کی تعداد میں اضافہ رُک جائے اور ہماری بہن بیٹیوں کے نکاح وقت پر ہوسکیں اور لاکھوں انسان جو اسی رسمِ بد کی وجہ سے بچیوں کے نکاح کے بارے میں ہر وقت غمزدہ و پریشان رہتے ہیں۔ وہ سکھ کا سانس لے سکیں۔ بچی پیدا ہونے پر اہلِ خانہ ماتم زدہ نہ ہوں۔ بلکہ اللہ کی رحمت سمجھ کر بچی کی پیدائش کو بھی مبارک ہی خیال کریں۔ کوئی ملازم رشوت لینے پر مجبور نہ ہو۔ ہزاروں لوگ اسی بناء پر بھیک مانگنے کی لعنت سے محفوظ ہوجائیں۔ چولہا پھٹنے کے بہانے معصوم لڑکیوں کے قتل وخودکشی کے واقعات از خود ختم ہوجائیں۔ مجبور لوگ سودی قرضوں سے بچ جائیں۔ زِنا کے مواقع خود بخود ختم ہونے لگیں۔ چوری اور ڈاکہ لوگوں کی مجبوری نہ رہے۔ دوکانداروں، تاجروں کو کم تولنے، ملاوٹ کرنے، ذخیرہ اندوزی وغیرہ سے بچنا آسان ہوجائے۔ اغوا برائے تاوان کی وارداتیں کم ہوں۔ انسان درندہ بننے پر مجبور نہ ہوجائے۔

اگر بغور جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ متحدہ ہندوستان میں مسلمانوں کی بدحالی و پستی کی سب سے بڑی وجہ یہی جہیز کی لعنت تھی کہ اس کو پورا کرنے کی خاطر مجبور ہو کر مسلمانوں کی اکثریت ہندو بنئے سے سودی قرضہ لینے پر مجبور ہو جاتی تھی۔

یاد رکھیئے! کوئی انسان پیدائشی مجرم نہیں ہوتا۔ اس کا ماحول، اس کا معاشرہ، اس کی مجبوریاں، اس کو خواستہ یا نخواستہ مجرم بنا دیتی ہیں اور جہیز کی مجبوری تو ایسی مجبوری ہے کہ یہاں آ کر ہر ایک کے عقل و ہوش جواب دے جاتے ہیں۔ مذہبی لوگوں کا مذہب ایک بے جان لاشہ رہ جاتا ہے۔ روح مردہ ہو جاتی ہے۔ کئی سفید پوش لوگ اس سلسلے میں سوچ سوچ کر نیم پاگل ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ ان کے پاس اس لعنت کو پورا کرنے کیلئے وسائل نہیں ہوتے۔ خیرات بھی نہیں مانگ سکتے۔ بیٹی کی عمر ڈھل جاتی ہے کچھ سمجھ میں نہیں آتا کیا کرے اور کیا نہ کرے۔ بیٹی کے بالوں کی سفیدی اس کے دل کی سیاہی کا سبب بننے لگتی ہے۔ آخر کار معاشرے کے کئی بہترین لوگ اسی معاشرے کے بدترین مجرم بن جاتے ہیں۔ جس شخص کا ذہن ہر وقت پراگندہ و پریشان رہے۔ وہ اپنے کسی بھی کام کو صحیح طور پر سرانجام نہیں دے سکتا۔ چاہے وہ کسی بھی عہدے یا سیٹ پر ہو۔ لہٰذا اس منفی تقاضے کی موجودگی میں کسی بھی ملازم سے بہتر کارکردگی کی توقع رکھنا احمقانہ فعل ہے اور اس سے ایمانداری کی اُمید کرنا خود فریبی کے سوا کچھ نہیں۔ عقلمندی کا تقاضا یہ ہے کہ اگر ہم فی الواقع خلوصِ نیت سے کسی برائی کو ختم کرنے کے حق میں ہیں تو اس کیلئے لازمی اصول یہ ہے کہ اسکے اسباب کو ختم کر دیں۔ اگر ایسا نہیں کرتے تو ہم بہت بڑے احمق شمار ہونگے کیونکہ اس حل کے علاوہ ہم جو کچھ بھی کر لیں بالکل بے کار ہے۔

رسمِ جہیز کی موجودگی میں میں کسی بھی ملازم سے رشوت نہ لینے کی اُمید رکھنا سراسر خود فریبی ہے کیونکہ اس کی موجودگی میں رشوت اور بے ایمانی اس کیلئے لازمی اور فرض بن چکی ہے ایماندار رہنے کی صورت میں تو اسے بے غیرت بننا پڑیگا۔ کیونکہ اس کی بہن، بیٹی اس کے گھر بیٹھے بیٹھے کنواری بوڑھیوں کی تعداد میں اضافے کا سبب بن جائے گی۔

نہ جانے کتنے بے گناہ اس گندی، ظالمانہ 'رسمِ جہیز' کی وجہ سے اپنے دن کا سکون اور رات کی نیندیں کھو چکے ہیں۔ جہیز نے کتنے ایمانداروں کو بے ایمان بنا کر رکھ دیا ہے۔ کتنے ملازم نہ چاہتے ہوئے بھی بلکہ حرام سمجھنے کے باوجود بھی رشوت لینے پر مجبور ہیں۔ سودی قرضہ، زنا، سمگلنگ، کم تولنا، دغا بازی، قتل و غارت، ڈاکے، سیاسی وفاداری تبدیل کرنا ضمیر فروشی، بے غیرتی اور اغوا وغیرہ وغیرہ اَن گنت جرائم اس بدترین نظام سے جنم لے رہے ہیں۔

سفید پوش لوگ اسی پریشانی میں دماغی توازن کھو بیٹھے۔ بعضوں کو دل کے دورے پڑنے لگے۔ لڑکیاں وقت پر شادی نہ ہونے کی وجہ سے طبعی تقاضے سے مجبور ہو کر کسی نہ کسی وقت زِنا کا ارتکاب کر بیٹھیں۔ نتیجتاً حمل ٹھہرنے کی صورت میں یا تو اس نے خودکشی کر لی یا اُسے قتل کر دیا گیا۔ چولہا پھٹنے کا بہانہ بنا کر حادثاتی موت ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔

زیادہ افسوس اور شکایت تو علماء حضرات سے ہے جو کہ محسن انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نائب شمار ہوتے ہیں۔ رحمت اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو انسانوں کے سروں سے بوجھ اور گردنوں سے طوق اُتارتے رہے اور ان کے نائب (الا ماشاء اللہ) انسانوں کے سروں پر بوجھ اور گردنوں میں طوق قائم رکھنے پر مجبور ہیں۔ اس رسم جہیز کے نتیجہ میں انسانیت پس رہی ہے۔ لوگ اَن دیکھی آگ میں رات دن جل رہے ہیں۔ اب تو لوگ اس منفی تقاضے کو پورا کرنے کی خاطر اپنے گردے تک بیچنے پر مجبور ہو چکے ہیں۔ اس کی بنیاد پر عصمتوں کے سودے بھی ہو رہے ہیں۔ جہیز کی غلاظتیں اور ناپاکیاں اَن گنت اور ناقابلِ بیان ہیں۔ نہ جانے کتنے مجرم روزِ محشر ہمارا گریبان پکڑیں گے اور انصاف والے دن احکم الحاکمین کی عدالت میں ہمارے خلاف دعویٰ دائر کریں گے کہ یا اللہ اس بات سے انکار نہیں کہ ہم مجرم ہیں لیکن اصل مجرم تو یہ دین کے دعویدار اور سرمایہ دار لوگ ہیں جنہوں نے جہیز کی نفی نہیں کی۔ جس کی وجہ سے ہم مجرم بننے پر مجبور ہوئے۔

ہے یہ جہیز

لوگو چلن جو آج ہمارے یہاں کا ہے
سنت نہیں سراسر بدعت ہے یہ جہیز

جو کچھ مہیا ہے وہی دے دیں تو خیر ہے
قرضہ اُٹھا کے دیں تو ذلالت ہے یہ جہیز

بہر امیر وجہ رعونت ہے یہ جہیز
بہر غریب باعثِ خفت ہے یہ جہیز

روٹی بھی دونوں وقت میسر نہیں جنہیں
ان کے لئے تو صغرا قیامت ہے یہ جہیز

جس کے لئے شریف بھی بن جائیں لٹیرے
بتلاؤ تو کہاں کی شرافت ہے یہ جہیز

اہل نظر! سامانِ تعیش عذاب ہے
گر مجھ سے پوچھتے ہو حقیقت، ہے یہ جہیز

ایمان اور یقین کی دولت عطا کرو
اس کو سکھاؤ علم شریعت ہے یہ جہیز

گو روکھی سوکھی کھالے ایمان کو بچالے
لڑکی کا ہو شعار کفایت ہے یہ جہیز

شرم و حیا کی دولتیں جھولی میں ڈال کر
دو فاطمہ کا درس اطاعت ہے یہ جہیز

عصمت کی ایک قبا ہو عفت کی اک ردا
اس سے بڑھاؤ بیٹی کی زینت ہے یہ جہیز

تربیت محمدی بیٹی کو دے دی جائے
وہ کردے ہر میدان میں ثابت ہے یہ جہیز

سچائی سے وہ گھر کو بہشت بریں بنائے
دو اس کو درسِ جذبِ صداقت ہے یہ جہیز

شوہر کو دے نہ موقع شکایت کا وہ کبھی
اس کو سکھاؤ شیوۂ خدمت ہے یہ جہیز

گر مصطفےٰ کے طور طریقے سے ہے الگ
کہتا ہے یہ سعیدؔی لعنت ہے یہ جہیز

اُٹھیے اور اس زہریلی رسم کے خلاف اپنے حصہ کا تریاق مہیا کیجئے۔ آپ معاشرے میں جس مقام پر بھی ہیں اس کے مطابق اپنا کردار ادا کیجئے تاکہ قیامت کے دن اللہ ربّ العزت کی بارگاہ میں سرخرو ہو سکیں۔ (نظامِ مصطفےٰ ﷺ میں جہیز کا تصور' کا ایک باب)